امت مسلمہ زوال پذیر کیوں؟

مؤلف:

محمد طارق چشتی

([illegible])

باہتمام:

محمد قاسم جلالی

(بانی [illegible])

مکتبہ غوثیہ

یونیورسٹی روڈ کراچی، پاکستان

انتساب

میں اپنی اس ادنیٰ سی کاوش کو اپنے والدین کے نام منسوب کرتا ہوں جن کی دعاؤں اور گریہ نیم شبی کے باعث میرے پایۂ استقلال میں لغزش نہ آئی۔ ربِّ محمد عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دعا ہے کہ وہ ذات اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے میرے والدین کو صالح عمرِ طویل عطا فرمائے اور مجھے حق وسچ بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

محمد طارق چشتی

تقریظ جلیل

استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی محمد حسن حقانی اشرفی

پرنسپل جامعہ انوار القرآن کراچی

اسلام ایک آفاقی مذہب ہے دیگر مذاہب کے برخلاف زندگی کے ہر شعبہ پر محیط ہے رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دینِ اسلام کو خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ کتاب قرآنِ کریم اور اپنی دانائی وحکمت سے پھیلایا اور آپ کے وصالِ باکمال کے بعد آپ کے خلفاء وتبعین نے اس کی اشاعت میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ مسلمان جب تک خدا تعالیٰ کے احکامات کی پاسداری، قرآن کریم پر عمل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسوہ کی پیروی کرتے رہے وہ عالم انسانیت سے اپنا لوہا منواتے رہے مگر جب اس اُمتِ مسلمہ نے اپنے بنیادی اصول کو پس پشت ڈالا، خدا اور رسول عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکامات پر عمل کو ترک کیا اسی دن سے وہ زوال پذیری کا شکار ہوگئی اور آج اُمتِ مسلمہ اقوام عالم میں نشانہ عبرت کا شکار اور وجہ صاف ظاہر ہے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ڈاکٹر اقبال نے کہا تھا ؎

گنوادی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنی گم شدہ میراث کو حاصل کریں اور اپنی زوال پذیری کو ترقی پذیری میں تبدیل کریں۔ اسباب زوال امت کا کھوج لگائیں اس کی نشاندہی کریں پھر ان اسباب کا تدارک کریں اور ان اسباب کا خاتمہ کریں۔

ان ہی اسباب کی نشاندہی اور ان کے تدارک کیلئے جامعہ انوار القرآن میں درجہ سادسہ کے ہونہار طالبِ علم محمد طارق چشتی نے یہ مقالہ تحریر کیا۔ یہ ہے تو طالب علم ہی اور طالب علم جیسا ہوتا ہے، ہے تو ویسا ہی لیکن پسند آیا کہ فن تقریر میں تو طاق تھا اب تحریر کے میدان میں اپنی جولانیاں دکھانے کی کوشش کی ہے۔ ظاہر بات ہے کہ پہلی کوشش ہے مگر خوب ہے مضمون کا جو عنوان قائم کیا ہے اس سے اس کی دردمندی اور سوزِ دل کا احساس ہوتا ہے اُمید واثق ہے کہ مستقبل میں میدانِ تقریر وتحریر میں موتی وجواہرات کے انبار لگادے گا۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اُمتِ مسلمہ کو دوبارہ ترقی شاہراہ پر گامزن فرمائے اور اُمتِ مسلمہ کو اپنے زوال کے اسباب کو سمجھنے اور ان کا تدارک کرنے کا ادراک عطا فرمائے نیز مؤلف کے بحر علم میں اضطراب فرمائے۔

آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

جامعہ انوار القرآن
جامع مسجد مدنی
گلشن اقبال نمبر ۵، کراچی

تقریظ جلیل

علامہ صاحبزادہ سیّد محمد علم الدین شاہ صاحب الازہری
پرنسپل جامعۃ القمر (للبنین، للبنات) نیو سعید آباد، کراچی
ایڈمنسٹریٹر اسلامی یونیورسٹی برائے خواتین گلشن اقبال کراچی

اُمتِ مسلمہ زوال پذیر کیوں؟ زیرِ نظر کتاب کا مطالعہ کیا، حقیقت یہ ہے کہ آجکل اُمتِ مسلمہ پر بے بسی و بے چارگی کا دَوردورہ ہے جس زاویہ نظر سے دیکھیں اور جس اندازِ فکر سے پرکھیں ہر طرف جمود طاری ہے۔

اُمتِ مسلمہ جو عظمت و رفعت کا نشان ہوا کرتی تھی جس کے سائبان میں غیر بھی پناہ لیا کرتے تھے اب اپنے بھی اس کی پناہ سے محروم ہیں۔ انہی افکار و نظریات کو باور کرانے کیلئے عزیزم علامہ محمد طارق چشتی غفرلہٗ نے یہ عظیم الشان کتاب پیش کی جس میں تحریر کے زیر و بم کے ساتھ ساتھ اُمتِ مسلمہ کی عظمت رفتہ کو بیان کیا گیا ہے اور پھر وہ نمایاں اصول بھی بیان کیے گئے ہیں جو دوبارہ ہمیں اوج رفعت پر پہنچا سکتے ہیں۔

چشتی صاحب نے اُمتِ مسلمہ کو خوابِ غفلت سے جگانے کیلئے صورِ اسرافیل پھونکا ہے۔ ربِ قدوس اس کی صدا سے ہمیں خوابِ سدا بہار سے بیدار ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

از قلم

سیّد محمد علم الدین شاہ الازہری

تاثرات

پروفیسر خالد اقبال جیلانی

گورنمنٹ ڈگری سائنس / کامرس کالج لانڈھی، کورنگی کراچی

عالم اسلام کی موجودہ گرگوں صورتحال پر ہر دردمند مسلمان متاسف بھی ہے اور متفکر بھی۔ پوری دُنیا کے مسلمانوں کی اخلاقی پستی، سیاسی کمزوری، معاشی زبوں حالی اور دِین سے بے رغبتی و بے راہ روی کا رونا تو بڑی آسانی سے رویا جاسکتا ہے۔ لیکن ان حالات کی وجوہات و اسباب اور ان کی بہتری کی کیا شکل ہو۔ کن پہلوؤں پر توجہ دی جائے؟ کن میدانوں میں کام کیا جائے؟ اور کیا کیا عملی اقدامات اس ضمن میں مفید ثابت ہو سکتے ہیں؟ ان کی نشاندہی وہی لوگ کر سکتے ہیں جو دل دردمند بھی رکھتے ہوں صاحب علم بھی ہوں دُنیا بھر کے مسلمانوں کے حالات پر ان کی نظر بھی ہو۔ اسلامی معاشرہ کو ہر دَور میں ایسے ربانی، حقانی، بیدار مغز، عالی ہمت، مصلحین کی ضرورت ہے جو دعوت الی اللہ اور دعوت الی الرسول کا کام ناسازگار ماحول میں انجام دیں جو دولت وحشمت اور سلطنت وقوت کے سامنے سرنگوں اور سجدہ ریز ہونے، ضمیر وملت فروشی اور ملکوں اور قوموں کا سودا کرنے سے بیزار اور بالاتر بنائیں اور عقیدہ واصول کیلئے قربانی اور راہِ خدا میں شہادت کی آرزو سینوں میں بیدار کریں نا اُمیدوں کے گھٹاٹوپ اندھیروں سے نکال کر رحمت ونصرتِ الٰہی کی روشنی میں لے آئیں امانت دار اشخاص مہیا کریں جو اسلام کی سرحدوں کی حفاظت و نگہداشت کر سکیں۔ یہ وہ ربانی، حقانی لوگ ہیں جو اپنے اپنے معاشرہ ماحول میں وہ خدمت سرانجام دیتے ہیں جو خواجہ حسن بصری نے بنو اُمیہ کے دَور میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے بنو عباس کے دور میں اور حضرت مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (رحمہم اللہ تعالیٰ) نے عہد مغلیہ میں انجام دی تھیں اور ربانی اشخاص کا وجود ہر دور اور ہر زمانہ کی بنیادی ضرورت ہے۔

برادر عزیز جناب علامہ محمد طارق چشتی صاحب اسی قبیلہ کے ایک فرد نظر آتے جو اپنی تقریروں کے ذریعے تو اس کام میں مشغول و معروف تھے ہی اب وہ قلم کے ذریعے اس عزم واعتراف کے ساتھ اسی میدان میں اُترے ہیں۔

اندازِ بیاں گرچہ میرا شوخ نہیں ہے
شاید کہ تیرے دِل میں اُتر جائے میری بات

لیکن میں یہ سمجھتا ہوں......

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مردِ ناداں پر کلامِ نرم و نازک بے اثر

زیر نظر مقالہ علامہ محمد طارق چشتی صاحب کی ایسی ہی کاوش علمی ہے اللہ تعالیٰ ان کی اس پکار پر اُمتِ مسلمہ کو بیداری عطا فرمائے۔ میری دعا ہے۔

ع اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

پروفیسر خالد اقبال جیلانی

گورنمنٹ ڈگری سائنس / کامرس کالج لانڈھی، کورنگی کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید و الفرقان الحمید هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ

و دین الحق لیظهره علی الدین کله و کفیٰ باللہ شهیدا (الفتح)

وہی اللہ ہے جس نے بھیجا ہے اپنے رسول کو (کتاب) ہدایت اور دین حق دے کر

تا کہ غالب کردے اسے تمام دینوں پر اور (رسولوں کی صداقت پر) اللہ کی گواہی کافی ہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

اسی آیتِ کریمہ کے تحت مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بتادیا کہ جو دین میرا حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لے کر آیا ہے وہ باطل سے مغلوب نہیں رہے گا بلکہ میری تائید اور اپنی فطری توانائیوں سے ساری طاغوتی قوتوں کو سرنگوں کردے گا اور یہ غاروں میں چھپ کر اور خانقاہوں میں دبک کر رہنے والوں کا دین نہیں۔ یہ کشاکش حیات سے دامن بچا کر کنج عافیت میں زندگی بسر کرنے والوں کا دین نہیں کسی مصلحت کے پیش نظر باطل سے مفاہمت اور مصالحت کرنے والوں کا دین نہیں۔ طاغوتی قوتوں سے ڈر کر انکے سامنے سر جھکانے والوں کا دین نہیں ہے یہ تو اللہ کے شیروں، دیوانوں اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متوالوں کا دین ہے جو گرجتے ہیں تو باطل کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں یہ ان عقابوں اور شاہینوں کا دین ہے جب وہ پرکشا ہوتے ہیں تو فضا کی پہنائیاں سمٹ کر رہ جاتی ہیں یہ ان بہادروں اور جوان مردوں کا دین ہے جو زندگی کی کشتی کو حادثات کے طوفانوں میں کھیلنا جانتے ہیں یہ ان مجاہدوں کا دین ہے جو میدان کارزار میں باطل کے پرستاروں کو تیر وسناں سے یہاں سے روانہ کردیتے ہیں یہ وہ دین ہے جس کے علماء دلیل و برہان سے شرک کے پجاریوں کو نیست و نابود کردیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ وہ اس دین کو تمام مروجہ ادیان، مذاہب اور نظامہائے حیات پر غلبہ بخشے گا اس وعدہ کو پورا کرنے میں دیر نہیں لگی عہدِ رسالت میں ہی اسلام کا پرچم مشرکوں کے مراکز پر لہرانے لگا۔ خلافتِ راشدہ میں ایشیاء اور افریقہ کے براعظموں میں اس کی عظمت کے ڈنکے بجنے لگے شرق و غرب میں کلمۂ توحید کی صدائیں گونجنے لگیں۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

گزشتہ سطور میں جو دین اسلام کی صفات بتائی گئی ہیں وہ حق اور دُرست ہیں مگر آج مسلمان کا لہو رنگ بدل چکا ہے آج مسلمانوں کی وجہ سے اسلام حالتِ اضطراب میں ہے، پستی کا شکار ہے اسی دین اسلام کی تاریخ میں ایک وہ بھی وقت تھا جب سندھ کی دھرتی پر ایک مظلومہ خلیفۂ وقت کو پکارتی تھی تو سرزمین حجاز پر رہنے والے خلیفہ کا دِل تڑپ جاتا تھا جس کے خرمن طیش سے قصر داہر پر زلزلے طاری ہوجاتے تھے مگر آج ہم مسلمان ہوکر فرزندانِ توحید کو اپنی آنکھوں کے سامنے ذبح ہوتا ہوا دیکھ رہے ہیں۔

کشمیر و فلسطین میں خونِ مسلم سے ہولی کھیلی جا رہی ہے، افغانستان کے فلک بوس پہاڑ خونِ مسلم سے رنگین ہو چکے ہیں، عراق کے مظلوم مسلمانوں کو ظلم و تشدد کا نشانہ بنایا جا رہا ہے، چیچنیا کے مسلمانوں پر ظلم و بربریت کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں، امریکہ اپنے نیو ورلڈ آرڈر کے اصولوں کے مطابق دوہری پالیسی پر عمل کر رہا ہے ایک طرف وہ مسلم ریاستوں کے وسائل پر قبضہ کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی افرادی قوت کا زور توڑنے پر اپنی توانائیاں صرف کر رہا ہے تو دوسری طرف پورے عالمِ اسلام میں ایسی تحریکیں منظم کر رہا ہے جو روحِ اسلام کے خاتمے کا سبب بن رہی ہیں۔ پاکستان میں غداروں اور ان جیسے دوسرے فرقوں کو غالب قوت کے طور پر پیش کرنے کی سازشیں پروان چڑھ رہی ہیں۔ مغربی ممالک میں عورت کے حقوق کے نام پر اسلامی نظامِ حیات کی شاندار عمارت گرانے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ مسلم ریاستوں میں ڈکٹیٹر شپ ختم کر کے حقیقی جمہوریت لانے کا جھانسہ دے کر ان کی ریاستوں پر قبضہ کیا جا رہا ہے۔ عالمی میڈیا سوچی سمجھی سازشوں سے اسلام کی اصل روح اور اسلام کی تعلیمات کو بگاڑ کر دُنیا کے سامنے پیش کر رہا ہے۔ 1897 میں سوئزرلینڈ کے شہر باسلز میں تین سو یہودی دانشوروں نے ہرٹزل کی قیادت میں دُنیا پر صیہونیت کے غلبے کا منصوبہ 19th Protocol کے نام سے بنایا تھا، اس منصوبے میں ذرائع ابلاغ کو کلیدی اہمیت دی گئی۔ آج اس 19th Protocol کے مطابق تو عالمی میڈیا پر یہودیوں کا براہِ راست تسلط ہے یا ان کا اثر و رسوخ اس قدر بڑھ گیا ہے کہ عالمی میڈیا یہودی مفادات کے خلاف کام ہی نہیں کر سکتا جس کے باعث اگر ایک یہودی مسجد ابراہیمی میں داخل ہو کر چالیس، پچاس نمازیوں کو شہید کر دیتا ہے اور اسے صرف ایک جنونی (Fanatic) کہا جاتا ہے اور اگر ایک فلسطینی اپنی زمین کی حفاظت کیلئے چھوٹا سا پتھر اُٹھاتا ہے تو اسے دہشت گرد کہا جاتا ہے۔ انہی دوہرے معیار کی بدولت اگر چین میں حکومتِ وقت سے اختلاف رکھنے کے جرم میں ایک شخص چنگ شنگ گرفتار ہو تو اسے انسانی حقوق کی خلاف ورزی کہا جاتا ہے اور ادھر کشمیر و فلسطین میں نو سال کے بچے کے ماتھے پر گولی مار کر شہید کر دیا جاتا ہے تو سانپ سونگھ جاتا ہے انسانی حقوق اس وقت یاد نہیں آتے۔

ہم اپنے چاروں طرف نظر دوڑائیں اور روئے زمین پر پھیلے ہوئے ہجوم کو دیکھیں۔ کتنی اقوام کتنے ممالک اور کتنے مذاہب موجود ہیں ان میں فتنہ و فسادات کے اِکا دُکا واقعات بھی ہوتے ہیں لیکن بالعموم یہ سارے لوگ پُرسکون اور پُرامن ہیں تسخیرِ کائنات کے مشن پر کمربستہ یہ لوگ مشرق و مغرب میں نت نئی دنیا آباد کر رہے ہیں ہر سو زندگی کے قافلے علم و ہنر کے فیوضات تقسیم کرتے ہوئے نظر آتے ہیں لوگ صدیوں سے بنے اپنے صحیح یا غلط مذہبی اور ثقافتی دائروں میں جی رہے ہیں انسان تو کیا ان کے حیوانات بھی پُرآسائش زندگی سے لطف اندوز ہو رہے ہیں مقامِ تعجب ہے ان جملہ تہذیبوں، مذاہب اور اقوام سے قطع نظر برق گرتی ہے تو بے چارے مسلمانوں پر افریقہ ہو یا ایشیاء، یورپ ہو یا مشرقِ وسطیٰ ہر جگہ قومِ رسولِ ہاشمی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ہی کیوں مشق ستم بنی ہوئی ہے؟ جہاں سے آہیں بلند ہوتی ہیں وہاں کلمہ گو ہی کیوں ملتے ہیں؟ جس سمت آگ برستی ہے انہی کی بستیاں کیوں خاکستر ہوتی ہیں؟ موت کے کھیل میں زندگی سے ہاتھ دھونے والے مجاہد دہشت گرد اور شدت پسند مسلمان ہی کیوں کہلاتے ہیں؟ سوچنے والے ذہن میں ان سے بھی بڑا سوال یہ اُٹھتا ہے کہ انسان کے خود ساختہ باطل ادیان کے پیروکاروں کو دنیا میں ہر جگہ آرام راحت نصیب کیوں ہے؟ حالانکہ سکھ چین نصیب تو اس کے دین ماننے والوں کو ہونا چاہئے تھا جو واحد، آفاقی، خدا ساختہ اور جو خالق فطرت کا عطا کردہ ہے...... آخر ایسا کیوں؟؟؟

ان سوالوں پر آپ بھی غور کریں اور جواب تلاش کرتے وقت تاریخی شواہد کے ساتھ ساتھ قانون فطرت کو بھی پیش نظر رکھیں ہم تو قرآن سے یہی سمجھ سکے ہیں کہ انسان کیلئے وہی ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے، جب عزت کیلئے مطلوبہ کاوش نہیں ہوگی تو ذِلّت ہی مقدّر ہوگی طاقت کے حصول کیلئے وسائل مرتب نہیں کرینگے تو اس جرم ضعیفی کا ثمر مرگ مفاجات کے علاوہ اور کیا ہوگا؟ تسخیر کائنات کے جدید علوم سے بے بہرہ ہوں گے تو جہالت، غربت اور پسماندگی کے علاوہ ہمارا نصیب کیا ہوگا؟ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے جمہوری اصول حکمرانی چھوڑ کر جاہ طلب بادشاہت، آمریت، شہنشاہیت کا وطیرہ اپنائیں گے تو ریاست ظلم کی آماجگاہ کیوں نہ بنے گی؟ ہمارے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے وہ مقصود مطلوب فطرت ہرگز نہیں اسباب تبدیل کریں تو نتائج خود بخود بدل جائیں گے ہم تعداد میں بھی کم نہیں ہیں لیکن غیر منظم، بے جہت اور بے امام ہیں، یہ اُمت جب تک منتشر ہجوم کی شکل میں رہے گی تو ہر بھیڑیا اسے چیر پھاڑ کر کھاتا رہے گا۔

آیئے! اپنے اپنے دائرے میں تعمیر کا عمل شروع کریں، مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔

ع خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

فلسطین و کشمیر و عراق اور افغانستان میں بہنے والا خون رائیگاں نہیں جائے گا یہ اموات نہیں مردہ ضمیر ملت کو جھنجھوڑنے کیلئے قربانیاں ہیں اور قربانی کا نتیجہ تسلسل اور دوام ہوتا ہے اختتام نہیں۔

گھبرا نہ جا مسافتِ منزل کو دیکھ کر ۔۔۔ دھندلا سا جو نشاں ہے وہی سنگِ میل ہے

آیئے پھر سے ان اسباب پر عمل پیرا ہوں۔ جن پر عمل کرنے کی وجہ سے مسلمانوں کی عظمت کا ڈنکا چہار دانگ عالم میں بج رہا تھا قیصر و کسریٰ مسلمانوں سے لرز براندام تھے، مسلمان عزت و وقار کی زندگی بسر کر رہے تھے مسلمان تعداد اور اسلحہ کی قلت کے باوجود بھی مشرکین و کفّار پر غالب آجایا کرتے تھے اگر آج اُمت اپنا احیا چاہتی ہے عروج کی منزلوں پر متمکن ہونا چاہتی ہے تو درج ذیل اسباب پر غور کرنا ضروری ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تعلق کمزور ہے

پہلا سبب اُمت کے زوال پذیر ہونے کا یہ ہے کہ آج اس امت کا اپنے نبی، رسول، پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تعلُق کمزور ہو گیا ہے جب اُمت کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات سے تعلق مضبوط تھا اس وقت دُنیا کی کوئی طاقت اس کو زیر نہ کر سکی۔ دشمن نے سوچا کہ اس امت کے اندر وہ کون سی قوت و طاقت ہے جو اسے زیر نہیں ہونے دیتی۔ سو بار گرتی ہے پھر ایک وقت آتا ہے سنبھل جاتی ہے اس بات پر انہوں نے ریسرچ (ReSearch) کرنا شروع کر دی، بالآخر وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ اس امت کا اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تعلق مضبوط ہے انہوں نے اس تعلق کو کمزور کرنے کیلئے بہت بڑی سازش کی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات کو اُمت کے درمیان مختلف فیہ بنا دیا مثلاً حضور ہم جیسے بشر ہیں...... وغیرہ۔

الغرض حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مَحَبَّت کے جتنے پہلو تھے سب کو شرک و بدعت قرار دے کر اُمت کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دُور کر دیا، دشمن اپنے اس مشن میں کامیاب ہو گیا اور اُمت باہم دست و گریباں ہو گئی۔

اگر یہود و نصاریٰ کی آپس کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات عیاں ہے کہ ان کی پوری تاریخ آپس کی خون ریزیوں سے بھری پڑی ہے۔ یہود و نصاریٰ نے سوچا کہ جب یہ اُمت میدانِ عمل میں آجائے تو دنیا کے نقشے پر کوئی طاغوتی و باطل قوت نہیں رہ سکتی تو آپس میں اتحاد و اتفاق کر کے اور تاریخی سازشوں کے ذریعے اس اُمت کو مرکزِ محبّت سے دُور کیا گیا۔

انہیں معلوم تھا کہ اگر مسلمانوں کے دِل رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عشق و محبت سے خالی ہو گئے تو پھر دنیا کی کوئی بھی طاقت نہ تو انہیں اپنی کھوئی ہوئی عظمت واپس دِلا سکتی ہے اور نہ ہی اِصلاح و تجدید کی ہزاروں تحریکیں انہیں اپنی منزلِ مراد تک پہنچا سکتی ہیں یہ محض ایک مفروضہ یا خیالِ خام نہیں بلکہ ایک روشن حقیقت ہے مغربی استعمار کی اس سازش کی طرف علامہ اقبال نے اِشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ؎

یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمد اس کے بدن سے نکال دو

فکرِ عرب کو دے کے فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو

چنانچہ اسی مقصد کے تحت اہلِ مغرب نے یہ فکری میدان اسلامی تحقیق کے نام پر بعض متعصب یہودی اور عیسائی مستشرقین کے سپرد کیا جنہوں نے اسلام کی تعلیمات اور بانیٔ اسلام کی شخصیت اور سیرت پر اس انداز سے تحقیق کر کے لاتعداد کتب تصانیف کیں کہ اگر ایک خالی الذہن سادہ مسلمان بھی ان تصانیف کا مطالعہ کرتا ہے تو اس کا ذہن رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اور تعلیمات کے بارے میں طرح طرح کے شکوک شبہات کا شکار ہو جاتا ہے ان کتابوں کے باقاعدہ مطالعہ سے جو ذہن تشکیل پاتا ہے اسے عشقِ رسالت کے تصوّر سے دُور کا بھی واسطہ باقی نہیں رہتا۔ ان مستشرقین نے جدید تعلیم یافتہ مسلمانوں کے ذہنوں کو مسموم کرنے کا محاذ سنبھال لیا جس سے وہ اپنے مطلوبہ نتائج کافی حد تک حاصل کر رہے ہیں۔

ذہنی تشتت وانتشار اور مادہ پرستی کے اس دورِ جدید کے تعلیم یافتہ اور نام نہاد روشن خیال طبقے کی اکثریت اوّلاً تو مذہب سے ہی باغی ہو رہی ہے اگر کسی کے دل میں بوجوہ مذہب کی اہمیّت ہے بھی تو عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو محض مذہبی جنون اور رجعت پسندی سے تعبیر کیا جاتا ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ محبوبیت آپ کی قدر و منزلت اور دین اسلام کی حقانیت سے لاعلمی کے باعث جدید تعلیم سے لیس نوجوان اکثر و بیشتر نظریاتی تشکیک کا شکار ہو جاتے ہیں وہ اپنی نام نہاد روشن خیالی کے پیش نظر مغربی مفکرین کی دریوزہ گری کو گوارا کر لیتے ہیں مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کو بطورِ نمونہ اپنے اور ان سے عشق محبت کے جملہ مقتضیات کو اندھی تقلید (Blind Faith) اور مذہبی جنون قرار دیتے ہیں ایسے لوگوں کے نزدیک اسلام کے ایک پرانا اور غیر موثر مذہب (Expire Religion) ہے۔ جو (نعوذ باللہ) جدید تقاضوں کو پورا نہیں کر سکتا اس لئے سائنسی ترقی کے اس دور میں چودہ سو سال پرانی باتیں کرنا اور اس وقت کا نظامِ حیات اپنانے پر زور دینا قدامت پسندی اور جہالت کی سوچ سمجھی جاتی ہے چہ جائیکہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اداؤں سے محبت کی جائے اور اپنی ساری عقیدتوں اور محبتوں کا مرکز و محور بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کو سمجھا جائے اس نام نہاد روشن خیالی سے ہماری حیاتِ ملی پر جو مضر اثرات مرتب ہوئے ہیں وہ محتاجِ بیان نہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ عشقِ رسول کے اصل تصور کو قرآن و حدیث اور سنتِ صحابہ کے آئینے میں اس طرح اُجاگر کیا جائے کہ آج کی نوجوان نسل جو تلاشِ حقیقت میں سرگرداں ہے اس کی آفاقی حقیقت سے باخبر ہو کر پھر سے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ عشق و محبت کا وہ تعلق استوار کر لے تاکہ اس کی نظروں کو دانشِ فرنگ کے جلوے کبھی خیرہ نہ کر سکیں۔ بقول اقبال ؎

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوہ دانشِ فرنگ   سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

اسی تناظر میں اگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زندگیوں کو دیکھا جائے اور ان کی ایمانی کیفیات کا اندازہ لگایا جائے تو ان کے متعدد معاملات سے اکثر کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عشقی تعلق تھا اس سلسلے میں بہت سی روایات پیش کی جاسکتی ہیں۔ چونکہ ہمارا موضوع بحث اس کی تفصیلات کا متحمل نہیں۔

مثلاً صحیح بخاری کی ایک مشہور حدیث میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت میں نماز پڑھتے ہوئے مسجد شریف میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمیت صحابہ کا رُخ قبلہ سے چہروں کو پھیر کر چہرۂ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کر لینا، صحابہ کا ہمہ وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں رہنا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس کی زیارت کر کے اپنی روحانی بھوک پیاس بجھانا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وضو کے پانی کے قطروں کو آبِ حیات سمجھتے ہوئے اپنے چہروں مل لینا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لعاب دہن کو شفا سمجھ کر اس پر دیوانہ وار جھپٹنا، یہ سب کچھ تعلق عشق کی وجہ سے ہی ممکن تھا جو انہیں فنائیت کے مقام پر فائز ہونے سے عطا کیا گیا، یہ عشقِ مصطفوی کا ہی اثر تھا کہ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ منصب خلافت پر متمکن ہونے کے بعد یہ اعلان فرما رہے ہیں کہ لوگو! میرے مزاج میں جو سختی شدت دیکھتے ہو یہ عشق اور ادب اور تعظیمِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وجہ سے آئی ہے۔ یہ جمالِ مصطفوی کا ہی اثر تھا کہ عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور تاجدارِ ختم نبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بغیر کعبۃ اللہ کا طواف نہ کیا۔ کیا تم نے نہیں دیکھا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم جیسے عبادت گزار اور برگزیدہ صحابی عصر جیسی نماز کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی راحت و آرام پر قربان کئے بیٹھے ہیں؟ اور زمانہ گواہ ہے خدا تعالیٰ نے علی کے اس عشق تعلق کی لاج رکھتے ہوئے ڈوبے ہوئے سورج کو پلٹا دیا تاکہ وہ کما حقہ نماز ادا کر سکیں۔ (طبرانی، الصواعق المحرقہ)

بہر کیف صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور قرون اولیٰ کے دیگر بزرگانِ دین رحمہم اللہ تعالیٰ ہوں یا متاخرین صوفیاء و علماء سب نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تعلق عشقی استوار رکھا اور اسی تعلق کے ثمر میں اللہ تعالیٰ نے انہیں ایمان میں کمال اور اعلیٰ مرتبہ عطا فرمایا جو شخص نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو باعتبار سیرت و کردار یکتا اور بے مثال ماننے کے ساتھ ساتھ آپ کے ظاہری حسن و جمال کی رعنائیوں کا دلدادہ نہیں ہوگا اسے فطری قاعدے کے مطابق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دِلی انس و محبت کس طرح ہوگی؟

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد ﷺ سے اُجالا کر دے

عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بغیر کچھ ممکن نہیں اسی لائحہ عمل کی وضاحت میں علامہ اقبال نے بڑے خوبصورت پیرائے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مقصودِ کائنات قرار دیتے ہوئے اپنے جذبات کو یوں اشعار کے قالب میں سمو دیا ؎

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو

یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو
بزم توحید بھی دنیا بھی نہ ہو تم بھی نہ ہو

آہ! اگر ہم زوال کے گڑھوں سے نکل کر عروج کی منزلوں پر پہنچنا چاہتے ہیں تو اس تعلق میں گرمی پیدا کرنی ہوگی تمام عشق مجازی کو چھوڑ کر عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنانا ہوگا عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شمع ہر دل میں جلانا ہوگی عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چراغ لے کر تاریک دِلوں کو روشن کرنا ہوگا ؎

ہر دو عالم میں تمہیں مقصود گر آرام ہے
ان کا دامن تھام لے جن کا محمد ﷺ نام ہے

فہم دین کا فقدان

مسلمانوں کے زوال کا دوسرا بڑا سبب اپنے دین کو نہ سمجھنا ہے آج مسلمانوں کی اکثریت دین کا صحیح فہم نہیں رکھتی۔ دُنیاوی علم کے حصول کیلیے لوگ دیارِ غیر بھی جانا پسند کرتے ہیں لیکن دینی علم کیلیے اپنے ملک میں رہتے ہوئے دینی مدارس اور اسلامی یونیورسٹیز میں جانا پسند نہیں کرتے حالانکہ یہی علم علمِ نافع ہے اسی علم سے بندے کو ربّ کی پہچان ہوتی ہے اسی علم سے بندے کو ربّ کا قرب نصیب ہوتا ہے اور علم غیر نافع سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پناہ مانگی: **اللّٰھم انی اعوذبک بعلم لا ینفع** اے اللہ! میں ایسے علم سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو نفع بخش نہ ہو۔ اور شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، بے علم نتواں خدارا شناخت کہ بغیر علم (نافع) کے کوئی خدا کو نہیں پہچان سکتا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ حقیقی علم تو قرآن وحدیث کا ہے۔

دینی علوم کو نہ سمجھنے کا جو سبب ہے وہ یہ ہے کہ آج ہم ان عظیم المرتبت ہستیوں سے دُور ہیں جن کے قدموں میں بیٹھ کر یہ علوم حاصل کیے جاتے ہیں حالت تو ہماری یہ ہے کہ دورانِ گفتگو تاریخ کے جلیل القدر علماء پر تنقید اپنا بنیادی حق سمجھتے ہیں۔ آیئے ذرا دیکھیں! ان عظیم ہستیوں کو جن پر تنقید سے ہم اپنی تقریریں اور محفلیں سجاتے ہیں کس شان کے مالک ہیں اللہ نے انہیں کیا مرتبہ ومقام عطا فرمایا ہے اور کس طرح تکالیف اور پریشانیوں سے گزر کر اسلامی علوم وفنون کے عظیم الشان ذخیرہ کو ہم تک پہنچایا۔

حدیث نمبر-1

عن معاویة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

من یرد اللہ بہ خیراً یفقھہ فی الدین و انما انا قاسم واللہ یعطی (بخاری ومسلم)

حضرت (امیر) معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے اور بیشک میں تقسیم کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ (مجھے) عطا فرماتا ہے۔

حدیث نمبر-2

قال ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول من سلك طریقا یطلب فی علما سلك اللہ بہ طریقا من طرق الجنة و ان الملٰئکة لتضع اجنحتها رضا لطالب العلم۔ وان العالم لیستغفرلہ من فی السمٰوٰت ومن فی الارض والحیتان فی جوف الماء وان فضل العالم علی العابد کفضل القمر لیلة البدر علیٰ سائر الکواکب و ان العلماء ورثة الانبیاء و ان الانبیاء لم یورثوا دینارا و لا درھما و انما و رثو العلم فمن اخذہ اخذ بحظ وافرٍ (احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی، مشکوٰۃ)

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس نے طلبِ علم کیلئے کسی راہ کو اختیار کیا تو اللہ اس کو جنّت کے راستوں میں سے ایک راہ پر گامزن فرما دیتا ہے اور فرشتے طالبِ علم کی رضا کے حصول کیلئے اپنا بازو بچھا دیتے ہیں۔ بے شک زمین و آسمان کی تمام چیزیں حتیٰ کہ پانی کی مچھلیاں بھی عالم کیلئے مغفرت طلب کرتی ہیں اور عالم کو عابد پر ایسی ہی فضیلت حاصل ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کو ستاروں پر۔ بلاشبہ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ درحقیقت انبیاء نے سونا چاندی ترکے میں نہیں چھوڑا بلکہ ان کا ترکہ علم ہے جس نے اس علم سے حصّہ حاصل کیا تو اس نے پورا فائدہ اُٹھایا۔

حدیث نمبر-3

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فقیہ و احد اشد علی الشیطان من الف عابد (ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے بھی زیادہ بھاری ہے۔

حدیث نمبر-4

عن ابی هریره رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول اللّٰه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم
خصلتان لا تجتمعان فی منافق حسن خلق ولا فقة فی الدین (ترمذی، مشکوٰۃ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
منافق میں دو خصلتیں جمع نہیں ہوتیں حسن خلق اور دین کی سمجھ بوجھ۔

حدیث نمبر-5

عن ابی هریره رضی الله تعالیٰ عنه قال فیم اعلم عن رسول اللّٰه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم
قال ان اللّٰه عزوجل یبعث لهذه الامة علیٰ راس کل ماته سنته من یجدد لها دینها (ابوداؤد، مشکوٰۃ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جو کچھ بھی جانتا ہوں یہ (میرے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے سے ہے) کہ
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اس اُمت میں ہر سو سال کے بعد اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو پیدا فرمائیگا جو ان کیلئے دین کو تازہ کردیگا۔

حدیث نمبر-6

عن ابراهیم بن عبدالرحمٰن العذری قال قال رسول اللّٰه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یحمل هذا العلم
من کل خلف عدوله ینفون عنه تحریف الغالین و انتحال المبطلین و تاویل الجاهلین (بیہقی، مشکوٰۃ)

حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن عذری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اس علم کے وارث مستقبل کے نیک
افراد ہونگے وہ باطل پرستوں کے ابطال اور تحریف کرنے والوں کی تحریف اور حد سے تجاوز کرنے والوں کے اعمال کی نفی کرینگے۔

حدیث نمبر-7

عن الحسن مرسلا قال قال رسول اللّٰه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم من جاء ه الموت
و هو یطلب العلم لیحیئی به الاسلام فبینه و بین النبین درجة واحدة فی الجنة (مشکوٰۃ)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مرسلاً مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، احیاء اسلام کیلئے جس نے علم حاصل کرنا شروع کیا
اور حصولِ علم کے دوران اس کی موت آگئی تو اس کے اور انبیاء علیہم السلام کے درجات میں جنت میں صرف ایک درجے کا فرق ہوگا۔

حدیث نمبر-8

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من جلس عند العالم ساعتین او اکل معہ لقمتین او سمع منہ کلمتین او مشیٰ معہ خطوتین اعطاہ اللہ تعالیٰ جنتین کل جنتہ مثل الدنیا مرتین (مشکوۃ الانوار)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ایک عالم کے پاس دو گھڑیاں بیٹھے یا اس کے ساتھ دو لقمے کھانے کے تناول کرے یا اس سے دو کلمات حکمت کے سنے یا اس کیساتھ دو قدم چلے تو اللہ تعالیٰ اسے دو جنتیں عطا فرماتا ہے اور ہر جنت دنیا سے دوگنا بڑی ہے۔

مذکورہ بالا احادیث سے یہ واضح ہوگیا ہے کہ علماء کرام کی شان کس قدر اعلیٰ ہے کہ اللہ رب کائنات ان سے بھلائی فرماتا ہے، دین اسلام میں سمجھ بوجھ عطا فرماتا ہے، ان کیلئے زمین و آسمان میں بسنے والی اللہ کی مخلوق مغفرت طلب کرتی ہے، ان کیلئے سمندر کی مچھلیاں دعا کرتی ہیں، ان کو عابدوں پر فضیلت حاصل ہے، یہ عظیم اور مقدس ہستیاں انبیاء علیہم السلام کی وارث ہیں، ان کی صحبت اختیار کرنے والے کو جنتوں کی بشارت دی جا رہی ہے۔ یہ تمام عظمتیں اور فضیلتیں کسی دنیا دار کے منہ سے نہیں ادا ہوئیں بلکہ یہ تمام فضیلتیں اور عظمتیں مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زبان مبارک سے ادا ہوئی ہیں اب بھی کوئی شخص ان مقدس ہستیوں کی عزت و عظمت کو نہ سمجھے تو وہ بصارت اور بصیرت سے عاری ہے۔

آیئے! کچھ لمحوں کیلئے ماضی میں چلیں اور دیکھیں کہ ہمارے بزرگوں نے ان علوم کے تحفظ اور فروغ کیلئے کتنی مشکلات کا سامنا کیا جن علوم کو آج ہم کچھ نہیں سمجھتے۔

ایک حوالے کی خاطر 70 دن کا سفر

امام ابن مقری فنِ حدیث کے بہُت بڑے عالم ہو گزرے ہیں ان کے متعلق تذکرۃ الحفاظ میں ذکر ہے، آپ کو ایک کتاب سے حوالہ نقل کرنے کیلئے ستّر دِن کا سفر کرنا پڑا اور وہ کتاب اس حالت میں تھی کہ اگر وہ کتاب ایک نان بائی کو دے کر ایک روٹی بھی خریدنا چاہتے تو شاید وہ اس پر بھی تیار نہ ہوتا۔ ہمارے بُزرگ علمی دِیانت کو برقرار رکھنے کیلئے ۷۰ دن کا سفر پیدل کرنا ناپسند خیال نہیں کرتے تھے اور آج ہم اپنی سیاست چمکانے کیلئے ہر مقام پر ان کی عزتوں کو اُچھال کر عظیم انقلاب برپا کر رہے ہیں۔

کتاب میں پسینے کا اثر

قاضی ومورخ ابن خلکان نے اپنی تصنیف **وفیات الاعیان** میں خطیب تبریزی کے متعلق لکھا ہے کہ آپ کو عَربی زبان وقواعد پر غیر معمولی بصیرت حاصل تھی خطیب تبریزی میں یہ غیر معمولی بصیرت کس طرح آئی کہ دنیائے علم وفن میں آپ کا نام نمایاں حیثیت اختیار کر گیا ہے؟ مورخ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ انہیں ایک مرتبہ ابو منصور ازہری کی کتاب **التہذیب** جو علم وقواعد و زبان پر کئی جلدوں میں تھی کہیں سے مل گئی۔ خطیب تبریزی نے اِرادہ کیا کہ اس کتاب کے مندرجات کو کسی ماہر زبان سے تحقیقی طور پر سمجھیں لوگوں نے اس سلسلے میں معری کا نام پیش کیا اور یہ کتاب کو تھیلے میں رکھ کر اسے بغل میں لٹکاتے تبریز سے معرہ کی جانب چل پڑے۔ خطیب تبریزی کے پاس اتنے پیسے نہیں تھے کہ سواری کا اِنتظام کر سکتے اس لئے دھوپ میں پیدل چلنے سے پسینہ آیا اور اس کا اثر کتاب اور تھیلے تک جا پہنچا، اور کتاب پسینے سے تر ہو گئی اب اگر کوئی اس کتاب کو دیکھتا تو یہ خیال کرتا کہ یہ کتاب پانی میں بھیگ گئی ہے حالانکہ اس پر خطیب تبریزی کا پسینہ تھا۔

موسم گرما (وہ بھی پاکستان کا نہیں بلکہ سرزمین عرب کا) ایک کتاب کے مندرجات کو دُرُست طریقے سے سمجھنے کیلئے حالتِ غربت میں لمبا پیدل سفر اختیار کرنا ہمارے ملک کے علم دوست طبقے کے بس کی بات نہیں یہاں تو رویے ایسے ہیں کہ جیسے ہر کوئی ساری سمجھ اپنے ساتھ لے کر پیدا ہوا ہے۔ دوسروں سے حصولِ علم کی غرض سے گفتگو اپنی بزرگی شہرت اور عزت نفس کے خلاف سمجھی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ تاریخ بھری پڑی ہے اس بات سے کہ کس طرح ہمارے ان بزرگوں نے یہ علمی ورثہ ہم تک پہنچایا۔

حضرت ابراہیم بن اسحاق حربی جیسی عظیم المرتبت شخصیت کئی کئی دِنوں تک (With Family) روٹی کے سوکھے ٹکڑے پانی میں نرم کر کے کھایا کرتے تھے مگر آج ہم ہیں کہ مرغن کھانے کھا کے بھی ایئر کنڈیشنڈ رومز میں آرام سے بیٹھ کر بھی اس علم سے دوستی نہیں رکھتے جس کی وجہ سے اُمتِ مسلمہ کو یہ وَقت دیکھنا پڑ رہا ہے۔ آیئے آگے بڑھیے! ہم سب دینی علوم سے وابستہ ہو جائیں دینی علوم سمجھیں اسی قرآن وحدیث کو سمجھ کر غیر کامیابی کی منزلیں طے کر رہے ہیں یہ فہم دین کا فقدان ہے جس کا نتیجہ درج ذیل صورتوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ اتحاد کی کمی، فرقہ واریت، معاشرتی برائیوں، جذبۂ جہاد کی کمی اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فقدان۔

اتحاد کی کمی

دین کا صحیح فہم نہ ہونے کی وجہ سے آج ملتِ اسلامیہ میں اتحاد کی کمی ہے۔ 56 سے زائد اسلامی ممالک ہونے کے باوجود یہ ممالک کسی ایک ملک کی سربراہی پر راضی نہیں ہوتے ان ممالک کا متحد ہونا تو بعد کی بات ایک ملک میں بسنے والے مسلمان آپس میں متحد نہیں، یہ کہنا بجا ہوگا کہ اختلاف وانتشار کسی قوم کو ایسے کھا جاتا ہے جیسے گھن لکڑی کو۔

اتحاد واتفاق کسی بھی قوم کو ایسے مضبوط اور توانا بنادیتا ہے جیسے منتشر اینٹوں کو سیمنٹ ایک مستحکم دیوار کے قالب میں ڈھال دیتا ہے سورج سے جس قدر حدت اور گرمی نکلتی ہے وہ پہاڑوں کو بھی جلا کر بھسم کر سکتی ہے لیکن چونکہ سورج کی شعاعیں زمین پر منتشر ہو کر پڑتی ہیں اس لئے وہ ایک تنکے کو بھی نہیں جلاتیں لیکن اگر محدب عدسہ کے ذریعہ سورج کی چند شعاعوں کو متحد کر کے کسی کاغذ پر ڈالا جائے تو کاغذ جل جاتا ہے اسی طرح اگر کسی بھی قوم کے افراد منتشر ہوں وہ کوئی کارنامہ سرانجام نہیں دے سکتے لیکن اگر ہاں اتحاد واتفاق کی فضا قائم ہوجائے تو وہ دریاؤں کے رُخ بدل دیتے ہیں اور پہاڑوں کے جگر کاٹ دیتے ہیں لہٰذا ملتِ اسلامیہ کو متحد کرنے کا بہترین طریقہ قرآن وسنت کا صحیح مطالعہ اور ان پر عمل کرنا ہے۔

انما المؤمنون اخوة فاصلحوا بین اخویکم واتقوا اللہ لعلکم ترحمون (پ۲۶۔الحجرات)

بے شک اہل ایمان بھائی بھائی ہیں پس صلح کرادو اپنے دو بھائیوں کے درمیان اور ڈرتے رہا کرو اللہ سے تاکہ تم پر رحم فرمایا جائے۔

اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بے شمار ارشاداتِ عالیہ کے ذریعے ملتِ اسلامیہ کو اتفاق واتحاد کا درس دیا۔

حضرت نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

مثل المؤمنین فی توادھم و تراحمھم و تعاطفھم مثل السجد اذا اشتکی
منه عضوا تداعیٰ له سائر الجسد بالسھر والحمی (صحیح مسلم، ج۲،ص۳۲۱)

تمام مسلمانوں کی مثال آپس میں محبت کرنے میں آپس میں رحم کرنے میں ایک دوسرے پر مہربانی کرنے میں ایک جسم کی طرح ہیں جب اس کے کسی ایک حصہ کو تکلیف پہنچے تو سارا جسم جاگنے اور بخار کے ساتھ بے قرار ہوجاتا ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا،

المؤمن للمومن کالبنیان یشتد بعضه بعضا (صحیح بخاری، ج۲،ص۸۹۰)

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کیلئے عمارت کی طرح ہے جس کی ایک اینٹ دوسری کو مضبوط کرتی ہے۔

ان فرمانات سے پتا چلتا ہے اُمتِ مسلمہ کیلئے اتحاد واتفاق کتنا ضروری ہے۔

امر واقع یہ ہے کہ اتحاد بہت بڑی طاقت ہے ایک گراں مایہ دولت ہے اسے پانے کیلئے عموماً کسی مادی قربانی کی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ صرف اور صرف وسیع النظری کا اظہار کرنا پڑتا ہے اور اپنی ذات سے اوپر اُٹھ کر اعلیٰ سطح اور برتر مفادات پر نظر رکھنی پڑتی ہے جو چیزیں اتحاد واتفاق کی دیواروں میں دراڑیں ڈال کر تباہی بربادی کا ذریعہ بنتی ہیں۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں:۔

انا پرستی

انا پرستی اور ہٹ دھرمی اختلاف اور انتشار کے الاؤ کو اس شدت سے بھڑکاتی ہے کہ پورا معاشرہ اور پوری قوم بھسم ہوجاتی ہے لیکن اس آگ کی حدت اور تمازت ابھی باقی ہوتی ہے تاریخ گواہ ہے کہ چھوٹی سطح سے لے کر بڑی سطح تک تباہی و بربادی نے اپنے ڈیرے جمالیے۔لیکن انانیت اور انا پرستی کی تسکین پھر بھی نہ ہوئی۔

قافلے برباد ہوکر رہ گئے تو کیا ہوا　　مطمئن ہے سارا قافلہ اپنے کام سے

میری بات کیوں نہ مانی گئی؟ مجھے فلاں مجلس میں اعلیٰ مقام کیوں نہ دیا گیا؟ فلاں آدمی میرے استقبال کیلئے ایئرپورٹ پر، اسٹیشن پر کیوں نہ آیا تھا؟ اس طرح کے متعدد خیالات بسا اوقات اختلافات کا سبب بن جاتے ہیں اور اختلافات کی خلیج وسیع سے وسیع تر ہوتی چلی جاتی ہے۔ایسے اختلافات کے متعلق پہلی بات تو یہ ہے کہ بندے کو اپنی ذات کا محاسبہ کرنا چاہئے کہ مجھ میں آخر کوئی کمی ضرور ہے جس کی وجہ سے مجھے فلاں منصب نہیں دیا گیا مجھے مجلس میں فلاں مقام پر نہیں بٹھایا گیا ...... یہ امتحان کی دنیا ہے یہاں اپنے آپ کو منوایا جاتا ہے۔

حفیظ جالندھری نے کہا تھا

حفیظؔ اہل زبان کب مانتے تھے　　بڑی مشکل سے منوایا گیا ہوں

اگر محاسبہ نفس کا راستہ اختیار کیا جائے تو اختلاف کا یہ سبب یقیناً بہت حد تک ختم ہوجائے گا ذاتی انا کی تسکین کیلئے فتنہ وفساد کے بیج بونا یقینا اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہیں۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

و اذا قیل لہ اتق اللہ اخذتہ العزۃ بالاثم فحسبہ جہنم و بئس المھاد

اور جب اسے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈرو تو عزت وقار اسے گناہ پر جما دیتے ہیں

پس ایسے شخص کیلئے جہنم کافی ہے اور بہت برا ٹھکانہ ہے۔

انا کا جھگڑا اس صورت میں بھی ختم ہو سکتا ہے کہ تقابل اور برابری کا تصوّر ختم کر دیا جائے دوسرے کو اپنے سے بڑا مان لیا جائے یا چھوٹے کو اپنے سے عقل مند مان لیا جائے یا کم عقل۔ جب کسی کو بڑا مان لیا جاتا ہے اس کا ادب و احترام آجاتا ہے اگر چھوٹا مان لیا جائے تو اسکی شفقت غالب آجاتی ہے کسی کو اپنے سے عقل مند مان لینے سے بھی انا پرستی کے جھگڑے ختم ہو سکتے ہیں اور کم عقل مان لینے سے بھی کوئی بندہ کسی پاگل کا مقابلہ نہیں کرتا کیونکہ وہ اسے اپنے سے کم عقل مانتا ہے اگر کوئی بندہ دوسرے کو اپنے سے زیرک اور دانشمند نہ مان سکے تو کم از کم اپنے سے کم عقل ہی مان لے اگر یہ تصور کوئی محبوب نہیں ہے لیکن دو برائیوں میں سے ہلکی کو اختیار کر کے بڑی برائی سے بچ جانا بھی عین دانشمندی ہے۔ کسی بگڑے ہوئے گھوڑے کو گولی مارنا آسان ہے لیکن اسے سدھارنا مشکل ہے کسی بھی کم عقل کو دھتکار دینا آسان ہے لیکن اسے سنوارنا ہی تو شیوۂ مردانگی ہے۔

نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے　　　　مزہ تو جب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی

(علامہ اقبال)

حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہ تَعالیٰ وَجْھَہُ الْکَرِیْم کا فرمانِ عالیشان ہے کہ ہر چیز کی کوئی نہ کوئی زکوۃ ہوتی ہے عقل کی زکوۃ بیوقوفوں کی بات پر تحمل کرنا ہے قرآن حکیم نے جگہ جگہ اس حقیقت کو بیان کیا ہے گزشتہ اقوام کی تباہی کا بڑا سبب ان کی انا پرستی اور انانیت تھی جو حق بات کو صرف اس لئے ٹھکرا دیتے تھے کہ وہ حق اس کے دشمن کی زبان سے جاری ہوتا تھا۔ و ما تفرقوا الا من بعد ما جاء ھم العلم بغیا بینھم اپنے پاس علم آجانے کے بعد وہ محض ہٹ دھرمی کے سبب فرقوں میں بٹ گئے...... جو بندہ اپنی قوم اور معاشرے کو اختلاف سے بچانا چاہے اسے اپنی انا کی قربانی دینا پڑے گی اور وہ لوگ یقیناً بہت عظیم ہوتے ہیں جو اپنی انا کو قربان کر کے ملک و قوم کے اتحاد کو بچا لیتے ہیں۔

مشاورت کو قبول نہ کرنا

کبھی کبھی یہ بات بھی اختلاف کا سبب بن جاتی ہے کہ میرا مشورہ نہیں مانا گیا اور میری رائے کو قبول نہیں کیا گیا اپنی رائے اور مشورے کا قبول نہ ہونا اپنی توہین تصور کیا جاتا ہے اور اسی سے اختلاف اور انتشار کے بیج بو دیئے جاتے ہیں اگرچہ اس اختلاف کے ڈانڈے بھی انا پرستی سے ہی جا ملتے ہیں لیکن اس کی اہمیت کے پیش نظر اسے الگ ذکر کرنے کی ضرورت محسوس کی گئی ہے۔ یہ اختلاف بھی ختم ہوسکتا ہے اگر اسلام میں مشاورت اور اس کے متعلقات پر غور کیا جائے اسلامی نقطۂ نظر کے مطابق مشورہ کی بڑی اہمیت ہے خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ کرنے کا حکم دیا گیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ فرمایا کرتے تھے اور کئی مواقع پر اپنی خواہش کو چھوڑ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مشورہ کو قبول فرمایا۔

اس کے متعلق غزوۂ اُحد اور اس کے پس منظر میں غور کرنا چاہئے غزوۂ احد کے وقت اکابر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رائے مبارک یہ تھی کہ جنگ شہر کے اندر رہ کر لڑی جائے اور رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کی رائے بھی یہی تھی لیکن نوجوان صحابہ کا مشورہ یہ تھا کہ جنگ شہر سے باہر جا کر لڑی جائے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نوجوان صحابہ کے مشورے کو قبول فرمایا اور جنگ شہر سے باہر لڑنے کا فیصلہ فرمایا بعد میں ان نوجوان صحابہ کو احساس ہوا کہ ہم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رائے مبارک کے خلاف بات کہہ دی ہے اور انہوں نے رجوع بھی کرنا چاہا لیکن اب تیر کمان سے نکل چکا تھا چونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زرہ مبارک پہن چکے تھے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب نبی ہتھیار پہن لے تو پھر وہ جہاد کے بغیر نہیں اُتارتا۔

یہ حقیقت اپنی جگہ مسلم ہے کہ جو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم شہر سے باہر جنگ کرنے پر زور دے رہے تھے وہ بھی انتہائی اخلاص اور جذبۂ جہاد کے تحت ہی یہ کہہ رہے تھے اور جو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم شہر میں رہ کر جنگ کرنے کے حامی تھے وہ بھی انتہائی تدبر اور دفاعی نقطۂ نظر سے یہ بات کہہ رہے تھے اور حالات نے بعد میں ثابت کیا کہ مشورہ انہی کا دُرست تھا لیکن جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہر سے باہر کے نتائج ملاحظہ فرمالئے تو بھی کسی کو موردِ الزام نہیں ٹھہرایا کہ انہی کے مشورے کے سبب یہ نقصان ہمیں اُٹھانا پڑا بلکہ ایک فیصلہ ہوجانے کے بعد وہ سب کا فیصلہ قرار پایا جیسے گیم میں پوری ٹیم ایک ہی گیند کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور ایک کا گول سب کا گول تصور کیا جاتا ہے ایک کی فتح سب کی فتح اور ایک کی شکست سب کی شکست گردانی جاتی ہے۔ اس موقع پر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے شہر سے باہر جنگ کرنے کے فیصلے کو سب کا فیصلہ قرار دیا لیکن رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی یہ کہہ کر راستے سے اپنے تین سو ساتھیوں سمیت واپس لوٹ آیا کہ میرا مشورہ نہیں مانا گیا گویا مشورہ نہ مانا جائے تو اپنی رائے کو قربان کرکے دوسرے کے ساتھ متحد ہوجانا سنتِ صحابہ ہے اور مشورہ نہ مانے جانے کو انا کا مسئلہ بنا کے قوم میں اختلاف و انتشار کے شعلے بھڑکانا منافقوں کا وطیرہ ہے اور یہ بندہ مومن کے شایانِ شان نہیں ہے۔

اختلاف کی حد

اکٹھے رہتے ہوئے مختلف معاملات میں اختلاف ہوتے رہتے ہیں اگر اختلاف میں کوئی انانیت کی غرض فاسد نہ ہو تو اختلاف رائے ایک مستحسن اور محمود شے ہے لیکن اختلاف کسی بھی قسم کی ہو اس کی ایک حد ہوتی ہے اختلاف میں اس حد سے تجاوز کرنا نہ عقل کا تقاضا ہے نہ اخلاق کا اور نہ مذہب کا، یہ کہاں کی شرافت ہے کہ ؎

ایک میرے آشیاں کے چار تنکوں کیلئے　　　برق کی زد میں گلستان کا گلستان رکھ دیا

ذاتی اختلافات کی آڑ میں پوری قوم کو تباہ و برباد کروا دینا اور تمام حدود کو تجاوز کر جانا یہ نفس پرستی ہے بندہ مومن کی شان نہیں اس پس منظر میں بندہ مومن کا رویہ کیسا ہونا چاہئے؟ اس کا اندازہ تاریخ کی ان دو مثالوں سے لگایئے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوہ ذات السلاسل کیلئے حضرت عمرو بن العاص کی قیادت میں ایک لشکر روانہ کیا یہ جگہ شام کے گرد و نواح میں تھی حضرت عمرو بن العاص نے وہاں پہنچ کر اندازہ لگایا کہ ان کی فوج دشمن کے مقابلے میں کم ہے انہوں نے نبی اکرم سے مزید کمک کی التماس کی تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو سو افراد پر مشتمل ایک دستہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کی قیادت میں انکی مدد کیلئے بھیج دیا جب یہ دستہ وہاں پہنچا تو سوال پیدا ہوا کہ اب پورے لشکر کا امیر کون ہوگا؟ حضرت عمرو بن العاص نے فرمایا کہ آپ تو امدادی فوج ہیں امیر لشکر تو میں ہی رہوں گا جب کہ حضرت ابو عبیدہ کے ساتھ جو لشکر آیا تھا انہوں نے اس بات کو نہ مانا اور اصرار کیا کہ حضرت عمرو بن العاص اپنے لشکر کے امیر ہوں گے اور حضرت ابو عبیدہ اپنے لشکر کے امیر ہوں گے۔ جب بات اُلجھ گئی تو حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا، تعلم یا عمرو ان آخر معهد الی رسول الله ﷺ ان قال اذا قدمت علی صاحبك فتطاوعا ولا تختلفا و انك والله انا عصيتني لا طعتك (البدایہ والنہایہ، ج ۴، ص ۱۷۰) اے عمرو آپ جان لیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے رخصت کرتے وقت مجھ سے جو آخری عہد لیا تھا وہ یہ ہے کہ جب تم اپنے ساتھی کے پاس پہنچو تو دونوں اتفاق سے رہنا آپس میں اختلاف نہ کرنا پس بخدا اگر تم میری بات نہ بھی مانو گے تب بھی میں تمہاری اطاعت کروں گا۔

ظاہر ہے اگر حضرت ابو عبیدہ بن الجراح اس عمل کا مظاہرہ نہ فرماتے تو دونوں لشکر آپس میں ہی ایک دوسرے کو کمزور کرنے پر تلے رہتے اور دشمن سے شکست کھا جاتے۔ حضرت ابو عبیدہ کا یہ طرز عمل اختلاف کی حدود متعین کرتا ہے اور اس پس منظر میں بندہ مومن کیلئے ایک عظیم روشن شاہراہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

تاریخ میں یہ بات بھی موجود ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اختلاف برپا تھا تو قیصرِ روم نے سوچا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکومت میں شامل بعض علاقوں پر حملہ کردے اور امیر معاویہ، علی کا ساتھ نہ دیں گے بلکہ علی کی شکست سے خوش ہوں گے کیونکہ وہ ان کے حریف ہیں لیکن جب حضرت امیر معاویہ کو قیصرِ روم کے اِن ارادوں کا علم ہوا تو آپ نے عیسائی حاکم کو لکھا۔ اے رومی کتے! اگر تو ہمارے آپس کے اختلاف سے فائدہ اُٹھا کر اسلامی خلافت پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ علی المرتضیٰ کی قیادت میں جو لشکر تیرے مقابلے میں لگے گا امیر معاویہ اس لشکر کا ادنیٰ سپاہی ہوگا۔ (ضیائے حرم)

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ عمل اختلاف کی حدوں کو متعین کرتا ہے مگر آج ہمارے اختلاف کی کوئی حدیں مقرر نہیں جس سے فائدہ اُٹھا کر دشمن قوتیں ہمارے اوپر مسلط ہیں۔

اختلاف وانتشار جس قوم میں ہوتا ہے تو وہ قوم نصرتِ الٰہی سے محروم ہوجاتی ہے اس قوم سے بَرکتیں روٹھ جایا کرتی ہیں۔

عن عبادہ بن صامت قال خرج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیخبرنا بلیلۃ القدر فتلاحی رجلان من المسلمین فقال خرجت لا خبرکم بلیلۃ الدر فتلاحی فلاں فلاں فرفعت

حضرت عبادہ بن صامت سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک دن نکلے کہ میں تمہیں شبِ قدر کے متعلق بتادوں کہ کس روز ہے اس وقت دو مسلمان آپس میں لڑ پڑے تو آپ نے فرمایا کہ میں اس لئے نکلا تھا کہ تمہیں خبر دوں کہ شبِ قدر کون سے روز ہے مگر فلاں فلاں آپس میں لڑ پڑے جس کی وجہ سے اس علم کو اُٹھا لیا گیا۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۱۸۸۷)

مقامِ غور ہے کہ دو آدمیوں کی لڑائی کی وجہ سے اُمت اتنی بڑی نعمت سے محروم ہوگئی مگر آج پوری اُمت باہم دست وگریباں ہے، مسلمان مسلمان کا گلا کاٹ رہا ہے، خونِ مسلم سے ہولی کھیلی جا رہی ہے، عزتیں لٹ رہی ہیں تو خود اندازہ لگائیے کہ اُمت کتنی عظیم نعمتوں سے محروم ہو رہی ہے۔ آج اگر ہم پھر عروج چاہتے ہیں تو پھر ہمیں اپنی صفوں میں اتحاد کرنا ہوگا ہماری عظیم مقدس ہستیوں یعنی علماء کرام کو اتحاد و اتفاق سے چلنا ہوگا اگر سب اتحاد کرلیں تو اِن شاءَ اللہ وہ وقت دُور نہیں کہ پھر اُمتِ مسلمہ عروج کی منزلوں پر پہنچ جائے گی۔

فرقہ واریت

دِین کا صحیح فہم نہ ہونے کی وجہ سے آج پوری اُمت مختلف گروہوں اور ٹولیوں میں بٹی ہوئی ہے جبکہ قرآن مجید نے فرقہ واریت کو نہایت خطرناک اور تباہ کن تصور کیا ہے اللہ جل مجدہ نے سورۂ آل عمران میں ارشاد فرمایا،

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا (پارہ نمبر۔۴)

اور سب مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑلو اور جدا جدا نہ ہونا۔

کوئی قوم عزت و وقار سے زندہ سلامت نہیں رہ سکتی جب تک اس کے افراد میں اتحاد و اتفاق نہ ہو اور کوئی اتحاد اس وقت تک مضبوط مستحکم و پائیدار نہیں ہوسکتا جب تک تحقیقی اور محکم بنیادوں پر اس کی عمارت نہ تعمیر کی گئی ہو۔ اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو متحد ہونے کا حکم دیا گیا ہے ان کیلئے وہ مستحکم بنیاد مقرر فرمائی جس سے مضبوط تر کوئی اور بنیاد نہیں ہوسکتی اور وہ قرآن ہے جسے حبل اللہ کہا گیا ہے۔ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ، حضرت سیّدنا عبداللہ ابن مسعود اور حضرت سیّدنا ابوسعید خدری رضوان اللہ علیہم اجمعین حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حبل اللہ القرآن اللہ کی رسی سے مراد قرآن ہے اور قرآن مجید پر عمل کرنے کیلئے اس کا صحیح سمجھنا ضروری ہے اور اس کی صحیح سمجھ اس ذات اقدس واطہر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیان اور تفسیر کے بغیر ناممکن ہے جس پر قرآن نازل ہوا اور جسے قرآن نازل فرمانے والے ربّ نے بھیجا ہی قرآن مجید کو صحیح صحیح سمجھانے کیلئے تھا مگر اس ذات اقدس واطہر سے ہم نے منہ موڑ لیے ہیں۔ اہل قرآن اور اہل حدیث تو لوگ اپنے آپ کو کہلواتے ہیں مگر اس قرآن اور حدیث کا صحیح علم جس دَر سے عطا ہوتا ہے اس در سے انہیں لوگوں نے انحراف کیا ہوا ہے اسی در سے دوری کا نتیجہ ہے ہم مذہبی و سیاسی بدترین فرقہ بندی میں مبتلا ہیں جس کی نشاندہی مخبر اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صدیوں پہلے فرمادی تھی۔

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، یہود میں اکہتر یا بہتر فرقے تھے نصاریٰ کے بھی اسی طرح تھے اور میری اُمت کے تہتّر فرقے ہوں گے۔ (ترمذی)

امام محمد ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، بنی اسرائیل کے اکہتّر فرقے تھے اور عنقریب میری اُمت کے بہتّر فرقے ہوں گے اور ایک فرقے کے سوا سب دوزخ میں ہوں گے۔ عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! وہ کون سا فرقہ ہوگا؟ آپ نے مٹھی بند کی اور فرمایا جماعت تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو اور تفرقہ نہ کرو۔ (جامع البیان، ج ۴، ص ۲۲)

ترمذی کی روایت میں فرمایا، فرقہ ناجیہ وہ ہوگا جو میری اور میرے صحابہ کی ملت پر ہوگا۔ (جامع ترمذی، ص ۳۷۸)

عن ابی ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بمالم تسمعوا انتم وآبائکم فایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم (مسلم،مشکوٰۃ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آخری زمانہ میں (ایک گروہ) فریب دینے والوں اور جھوٹ بولنے والوں کا ہوگا وہ تمہارے سامنے ایسی باتیں لائیں گے جن کو نہ تم نے سنا ہوگا اور نہ تمہارے باپ دادانے تو ایسے لوگوں سے بچو اور انہیں اپنے قریب نہ آنے دو کہ وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں اور نہ فتنہ میں ڈال دیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدِّث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ وہ ایسی جماعت ہوگی جو مکاری اور فریب سے علماء، مشائخ اور صلحاء بن کر اپنے آپ کو مسلمانوں کا خیر خواہ اور مصلح ظاہر کرے گی تاکہ اپنی جھوٹی باتیں پھیلانے اور لوگوں کو اپنے باطل عقیدوں اور فاسد خیالوں کی طرف راغب کرے۔ (اشعۃ اللمعات، ج ا ص ۱۳۳)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جن دجالوں اور کذابوں کے آخری زمانہ میں پیدا ہونے کی خبر دی تھی موجودہ زمانے میں ان کے مختلف گروہ پائے جاتے ہیں جو مسلمانوں کے سامنے ایسی باتیں بیان کرتے ہیں جو نہ انہوں نے اور نہ ان کے آباؤ اجداد نے سنی ایک گروہ جو اپنے آپ کو اہلِ قرآن کہتا ہے وہ حدیث کا بالکل منکر ہے کھلم کھلا حدیثوں کا اِنکار کرتے ہیں۔

ایک گروہ مرزا غلام احمد قادیانی کا ہے یہ گروہ مرزا کو مہدی، مجدد، نبی اور رسول مانتا ہے اس کے علاوہ کئی گروہ پائے جاتے ہیں جو بدعقیدگی میں بہت آگے پہنچ چکے ہیں۔

تو یہ ایسے گروہ اور فرقے ہیں جنہوں نے اُمتِ مسلمہ کا شیرازہ بکھیرا ہوا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ قرآن وحدیث کا صحیح مطالعہ نہیں کرتے وہ قرآن جو ابتداء سے آخر تک مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت ہے اسی قرآن کی آیات مبارکہ کو غلط رنگ دے کر مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات پر رکیک حملے کرتے ہیں وہ احادیث جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان پاک سے ادا ہوئیں (جن کے بارے میں خود ربّ تعالیٰ فرماتا ہے، وما ینطق عن الھویٰ کہ میرا حبیب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تو اپنی مرضی سے بولتا نہیں) ان احادیث کا مفہوم بگاڑ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان کم کرنے کی کوشش کرتے پھرتے ہیں، اسی کو تو فرقہ واریت کہتے ہیں۔

باطل فرقوں کی پہچان یہی ہے کہ ان کے نزدیک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی (معاذ اللہ) کوئی حیثیت ہی نہیں، ہر وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دشمنی میں لگے رہتے ہیں ایسے لوگوں کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والآخرۃ (القرآن)

کہ بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اذیت دیتے ہیں ان لوگوں پر دُنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے۔

آیئے قرآن وسنت کی تعلیم کی روشنی میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دامنِ رحمت سے وابستہ ہو جائیں اور من گھڑت عقیدے چھوڑ دیں۔ باقی رہا اختلاف تو فرعی اور اجتہادی مسائل میں اہلِ علم حضرات میں ہر دور میں رہا ہے۔ خود صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں بھی علمی اختلاف پایا جاتا تھا۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوۂ احزاب سے لوٹے تو آپ نے فرمایا، بنو قریضہ ہی میں پہنچ کر نماز پڑھنا راستہ میں نماز کا وقت آ گیا بعض صحابہ نے کہا کہ جب تک ہم بنو قریضہ میں نہ پہنچ جائیں نماز نہیں پڑھیں گے بعض صحابہ نے کہا کہ نہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ مراد نہ تھی ہم نماز پڑھیں گے بعد میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے اس کا ذکر کیا گیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی کو ملامت نہ فرمایا۔ (صحیح بخاری، ج ۱ ص ۱۲۹)

اسی طرح حضرت عمر اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم جنبی کیلئے تیمم کے جواز کے قائل نہیں تھے اور حضرت عمار بن یاسر اور حضرت ابو موسیٰ اشعری اور دیگر صحابۂ کرام علیہم الرضوان اس کے جواز کے قائل تھے۔ احرام باندھنے سے پہلے غسل کر کے خوشبو لگانے کو حضرت عبداللہ بن عمر ناجائز کہتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس کو جائز کہتی تھیں، حضرت عمر فرماتے کہ میت پر نوحہ کرنے سے میت کو عذاب ہوتا ہے، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما حج تمتع کو ناجائز سمجھتے تھے اور باقی صحابہ ان کے جواز کے قائل تھے ان تمام مذکورہ اختلاف صحابہ کی مثالیں صحیح بخاری اور دیگر کتب حدیث میں موجود ہیں۔ (تبیان القرآن، ج ۲ ص ۲۹۴)

بعض چیزیں ایک امام کے نزدیک حرام ہیں اور دوسرے امام کے نزدیک جائز وحلال ہیں اس سے اُمت کیلئے عمل میں وسعت پیدا ہوگئی مثلاً امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ کے نزدیک خنزیر کے سوا تمام سمندری جانور حلال ہیں۔ امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک مچھلی کے سوا تمام سمندری جانور حرام ہیں اتفاق سے ساحلی علاقوں اور جزائر (مثلاً انڈونیشیا اور مراکش وغیرہ) میں رہنے والے امام شافعی اور امام مالک رحمہم اللہ کے پیروکار ہیں۔ ان کے مذہب کے مطابق ان کے پیروکاروں کیلئے سمندری جانوروں سے غذا حاصل کرنا آسان ہوگیا۔ اور امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے اکثر مقلدین خشکی کے علاقوں (مثلاً برصغیر، ترکی وسط ایشیاء کی نو آزاد ریاستیں) میں رہتے ہیں لہٰذا ان کیلئے سمندری جانوروں کے حرام ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑا۔

خلاصہ یہ ہے فرعی مسائل میں اختلاف اُمت کیلئے رحمت اور وسعت کا باعث ہے اور یہ ممنوع نہیں ہے اسی طرح بعض احادیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھے بعض میں ہے آپ نے ناف کے نیچے باندھے بعض احادیث میں ہے کہ آپ نے رفع یدین فقط تکبیر تحریمہ کے وقت کیا اور بعض میں ہے کہ آپ نے رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد بھی رفع یدین کیا اسی طرح آپ نے نماز میں آہستہ آمین بھی کہی اور بلند آواز سے بھی اور ائمہ اربعہ میں سے ہر امام نے آپ کی کسی نہ کسی حدیث پر عمل کیا ہے اگر یہ اختلاف نہ ہوتا اور یہ سب ایک ہی طریقے پر نماز پڑھتے تو آپ کے کیے ہوئے باقی اعمال متروک ہو جاتے اس اختلاف ائمہ کی وجہ سے آپ کا کوئی عمل متروک نہیں ہوا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہر عمل کسی نہ کسی امام کا مذہب بن کر قیامت تک کے مسلمانوں کی عبادات میں محفوظ ہوگیا تو اس اختلاف کی اس سے بڑھ کر اور کیا رحمت ہوسکتی ہے؟

اب ترجیح اس امام کے مذہب کو دی جائے گی جس کے دلائل قوی ہوں گے۔

یہ اختلاف نہ فرقہ واریت ہے اور نہ کبھی اس کا سبب بنتا ہے کیونکہ تحقیق میں اختلاف اپنی جگہ بجا لیکن نیت میں خلوص کو کسی بھی صورت میں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا فرقہ واریت اس وقت شروع ہوتی ہے جب انتہا پسند عناصر کی زبان بے لگام ہو جاتی ہے ان کی تقریر و تحریر میں حدیں عبور ہو جاتی ہیں اور ان کی گستاخیوں کا سلسلہ انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام، اہل بیت رسول اور سلف صالحین تک جاتا ہے یہ فرقہ واریت کے ایسے اسباب ہیں جن کے خاتمہ کیلئے آج تک کوئی موثر حکمت عملی وضع نہیں کی گئی اور نہ حکومتی سطح پر اس سنگین مسئلے کے حل کیلئے کسی ٹھوس تجویز پر عمل کیا گیا اب بھی ایسی کتب موجود ہیں جن کی گستاخانہ عبارات کی نشاندہی اہل علم و دانش نے ہر دور میں کی ہے ایسا زہر آلود لٹریچر عام پھیلا جا رہا ہو تو ایسے حالات میں کیسے ممکن ہے کہ فقط لاؤڈ اسپیکر پر پابندی لگانے سے فرقہ واریت ختم ہو جائے؟

اسلام کا تقدس فقط ان نام نہاد فرقہ پرست مذہبی انتہا پسندوں نے پامال کیا ہے جن کی تقاریر میں کسی ایک آیت یا حدیث کا ترجمہ نہیں ہوتا سارے کا سارا زور دوسرے مسالک کے لوگوں کو مشرک بنانے پہ لگایا جاتا ہے اور وہ اسی کو تبلیغ دین کہتے اور سمجھتے ہیں۔ بزرگانِ دین نے کبھی یہ روش اختیار نہیں کیا۔ فرقہ پرست واعظین جتنا زور بیان فرقہ واریت کو اُبھارنے پر صَرف کرتے ہیں کاش اتنا زور اِصلاح و احوال اور تجدید و احیاء دین پر لگائیں تو پوری اُمت فتنہ و فساد کے چنگل سے نکل سکتی ہے۔

مانا جناب حضرت واعظ ہیں خوب شخص یہ اور بات ہے کہ ذرا بے وقوف ہیں

آج اُمتِ مسلمہ کے خلاف پورا عالم کفر ملت واحدہ بن چکا ہے ان کا سارا زور اس بات پر ہے کہ اتحادِ اُمت مسلمہ کو تار تار کیا جائے اور ان کے دین میں موجود مواخات اور جسد واحد کے تصوّر کو ختم کر دیا جائے تو ایسے حالات میں ہمیں اپنے مدارس و جامعات سے فرقہ واریت کی تختیاں اُتار دینی چاہئیں اور مذہب سے بڑھ کر ہماری سیاسی فرقہ واریت عروج پر ہے ان طاغوتی ایجنٹوں کو مذہبی فرقہ واریت نظر آتی ہے مگر سیاسی دہشت گردی و فرقہ بندی نظر نہیں آتی اس لئے ہمارے علماء و دانشور و سیاسی لیڈر دشمنوں کی روش سمجھیں اور اپنے اپنے فرقوں کی حدوں سے نکل کر اسلام کی سربلندی کیلئے کام کریں۔

چمن کی آگ آ پہنچی ہے اب شاخ نشیمن تک ذرا باہر تو دیکھو کیوں پڑے ہو آستانوں میں

یہ اس وقت ممکن ہے جب ہم قرآن وسنت کا مطالعہ تعصب سے ماورا ہو کر کریں اور اس کے احکامات کے مطابق زندگی بسر کریں اور سیاست کریں۔

بعض لوگوں کے ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں کئی مسالک اور مذہبی مکاتب فکر (Schools of Thought) پائے جاتے ہیں ہر ایک اپنے آپ کو حق اور دوسرے کو باطل سمجھتا ہے خالص دین اسلام کی دعوت دینے والا کوئی نہیں۔ ایسے حالات میں عام آدمی کیا کرے؟ کوئی غیر مسلم اسلام سے متاثر ہو تو کیا کرے؟

تو اس بارے میں عرض یہ ہے کہ اس موضوع پر گفتگو کرنے والے لوگ اکثر پڑھے لکھے اور جدید تعلیم یافتہ ہوتے ہیں یہ دو قسم کے لوگ ہیں ان میں ایک طبقہ وہ ہے جو تلاش حق میں سرگرداں ہے یہ لوگ حق کو جاننے، اسے قبول کرنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کیلئے دل وجان سے آمادہ ہیں ان کا ذہنی اضطراب اور تلاش حق کیلئے بے قراری لائق تحسین ہے ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر وثواب کے حقدار ہوں گے ان میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کی باہمی فکری آویزش اور بین المسالک مسلکی تصادم سے اسلام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ رہا ہے غلبۂ اسلام کی جدوجہد نتیجہ خیز ثابت نہیں ہو رہی اور اس سے لادینی قوتوں کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو مسلمانوں کی باہمی فکری آویزش اور مسلک تصادم کو مذہب سے گریز اور انحراف کیلئے ایک بہانہ اور وجہ جواز (Just Fication) بنانا چاہتے ہیں یہ سوچ اور طرز فکر قابل مذمت ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہے تاہم نیتوں کا حال اللہ تعالیٰ ہی جاننے والا ہے ہمارے لئے یہ جائز نہیں کہ ہم کسی کے بارے میں شخصی طور پر بدگمانی کریں لہٰذا ایک کو اپنی علمی استعداد اور فکری استطاعت کے مطابق کرنا ہماری دینی ذمہ داری ہے۔

سوچ، اختلاف فکر (Approach) اور اختلاف رائے انسان کی فطرت ہے قدرتِ الٰہی ہے کہ اس ذات نے انسانوں کی صورتوں کے ساتھ ساتھ ان کے اذہان میں بھی بڑا تنوع (Variety Andvariation) پیدا فرمایا ہے آپ کو ایسے دو انسان بہت کم ملیں گے یا شاید بالکل نہ ملیں جن کی ذہنی سوچ ہر چیز کے بارے میں یکساں ہو لہٰذا اختلاف فکر ونظر آپ کو حیات اجتماعی کے ہر شعبے میں نظر آئے گا کسی مقدمے کے بارے میں حتمی رائے قائم کرنے اور قطعی فیصلے تک پہنچنے میں آئین کی تعبیر وتشریح (Interpretation) اور قوانین کے (Application) میں اعلیٰ عدالتوں کے ججوں میں اختلاف ہوتا ہے۔ حالانکہ مقدمے کے حقائق وواقعات ان سب کے سامنے یکساں طور پر پیش کئے جاتے ہیں اسی طرح قوانین کی تعبیر وتشریح میں ماہرین قانون کے درمیان اختلاف رائے ہوتا ہے مرض کی تشخیص (Diagnosis) میں ماہر ڈاکٹروں کے درمیان بعض اوقات اختلاف رائے ہوتا ہے اس طرح سیاست، معیشت اور حیات انسانی کے دیگر شعبوں میں بھی اختلاف موجود ہیں لیکن آج تک یہ کسی نے نہیں کہا کہ ان تمام شعبوں کی بساط کا ر لپیٹ دی جائے یا ڈاکٹر سے علاج کروانا چھوڑ دیا جائے کیونکہ ان میں اختلافات

ہیں اور بندہ کس کی سنے اور کدھر جائے اس کے برعکس ہر عقلمند انسان اپنی تمام تر صلاحیتوں کو کام میں لاتے ہوئے بہتر جستجو جاری رکھتا ہے اندھی تقلید (Blind Faith) کسی کی نہیں کرتا لہٰذا مذہب کے معاملے میں بھی ہمیں اپنی خداداد صلاحیتوں کو کام میں لاتے ہوئے حق کو ثواب کو سمجھنے اور پانے کی کوشش کرنی چاہیے اور اس امر کا اہتمام کرنا چاہیے کہ اسلام کے بنیادی معتقدات سے روگردانی نہ ہونے پائے اختلافات تو دنیا کے تمام مذاہب میں ہیں۔ خواہ وہ الہامی مذاہب (Revealed Religion) ہوں یا انسانوں کے خودساختہ مذاہب ہوں مثلاً یہودیت، مسیحیت، ہندومت، بدھ مت وغیرہ۔

لہٰذا اوّلاً تو ہم میں سے ہر ایک کو اس امر کی آگاہی ضروری ہے کہ اسلام کے بنیادی عقائد اور اصول و نظریات کیا ہیں؟ پھر یہ جاننا ہوگا کہ کون سا مسلک یا مکتبہ فکر کتاب وسنت کے عین مطابق ہے کہ جس میں توحید، ناموس الوہیت اور ناموس رسالت و عقیدۂ ختم نبوت کی مکمل پاسداری ہو جو رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اصحابِ رسول اور ان کے اتباع سلف صالحین، ائمہ مجتہدین، اولیاءِ کرام اور علماء ربانین کے طریق پر ہو، جو مسلک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات میں گستاخی کرتا ہو، اصحابِ رسول کو گالیاں بکتا ہو، اولیاءِ کرام پر بتوں اور شیاطین والی آیات چسپاں کرتا ہو سلف صالحین، ائمہ مجتہدین کو کافر و مشرک (معاذ اللہ) سمجھتا ہو، علماء ربانین کے ادب و احترام سے کورا ہو......وہ مسلک قرآن وسنت کے عین مطابق کیسے ہوسکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے حق و باطل، صواب، خطاء، نور ظلمت اور خیر و شر میں تمیز کا ملکہ ہر انسان کی فطرت میں ودیعت فرمایا ہے۔

چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

الم نجعل له عينين ٥ و لسانا و شفتين ٥ و هدينه النجدين ٥ (البلد۱۰-۸)

کیا ہم نے انسان کو (دیکھنے کیلئے) دو آنکھیں (بولنے کیلئے) ایک زبان اور دو ہونٹ عطا نہیں کئے اور ہم نے اسے (خیر و شر کی) راہوں کو سمجھا دیا۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا،

بل الانسان على نفسه بصيره ٥ و لو القىٰ معاذيره (القیامہ)

کہ انسان اپنی ذات پر مکمل بصیرت کے ساتھ (شاہد) ہے خواہ وہ کتنے ہی عذر تراشتا رہے۔

جب انسان تلاش حق (Insearch of Truth) میں آگے بڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نورِ ہدایت اسکی رہنمائی فرماتا ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مستقبل کی خبر دیتے ہوئے پہلے فرمادیا تھا کہ جب مسلمان مختلف فرقوں میں بٹ جائیں تو صرف وہ گروہ ہدایت یافتہ اور حق وثواب پر ہوگا جو اس جادۂ مستقیم پر (سختی سے) کاربند ہو جس پر میں اور میرے اصحاب (ہمیشہ) کاربند رہے ہیں

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ید اللّٰہ علی الجماعہ اللہ تعالیٰ کا دست (تائید وحمایت) جماعت پر ہوتا ہے......

اس لئے فرمایا کہ جماعت کی اتباع کو لازم پکڑو کیونکہ جو بکری ریوڑ سے جدا ہو کر دور چلی جاتی ہے یا ایک جانب کو ہو جاتی ہے اسے بھیڑیا شکار کرلیتا ہے یہ دشمن ایمان شیطان ہے اور خود اللہ ربّ العزت نے فرمایا جو شخص مومنوں کی (اجتماعی راہ کو چھوڑ کر) کسی دوسری راہ کو اختیار کرے گا ہم اسے اسی رُخ پر پھیر دیں گے جسے اس نے (از خود) اختیار کرلیا ہے اور اسے ہم جہنم میں جھونک دیں گے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔ (النساء: ۱۱۵) ...... (تفہیم المسائل، ج ۲ ص ۵۹)

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم قرآن وسنت کو سمجھیں اور دین اسلام کے بتائے اصولوں کے مطابق زندگی گزاریں فرقہ واریت میں پڑ کر اُمتِ مسلمہ کو تباہ و برباد نہ کریں۔

معاشرتی برائیاں

فہم دین کے فقدان کے نتیجے میں معاشرے میں مختلف قسم کی برائیاں پھیل جاتی ہیں جو ملت اسلامیہ کے زوال کا سبب بنتی ہیں مثلاً قتل و غارت، جھوٹ، غیبت، بد دیانتی، وعدہ خلافی، سود اور رشوت وغیرہ۔ یہ تمام گناہ انسان کو تباہی و ہلاکت کی طرف لے جانے والے ہیں قتلِ ناحق کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

ومن یقتل مومنا متعمداً فجزاہ جھنم خالدا فیھا

و غضب اللہ علیہ و لعنہ و اعدلہ عذاباً عظیما (النساء:۹۳)

جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے اس میں ہمیشہ رہے گا اور اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوگا

اور اسے اپنی رحمت سے دُور کر دے گا اور اس کیلئے عذاب عظیم تیار کر رکھا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص روایت کرتے ہیں کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا،

والذین نفسی بیدہ قتل مؤمن اعظم عند اللہ من زوال الدنیا (سنن نسائی، ج۲ص۱۵۴)

اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے کہ ایک مومن کا قتل اللہ کے نزدیک

دنیا کے زوال سے زیادہ بڑا (سخت) ہے۔

جھوٹوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے،

لعنۃ اللہ علی الکاذبین (آل عمران:۶۱)

جھوٹوں پر اللہ کی لعنت۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا،

ان الصدق و بر و ان البر یھدی الی الجنۃ و ان الکذب فجور و ان الفجور یھدی الی النار (مسلم شریف)

سچ بولنا نیکی ہے اور نیکی جنت میں پہنچاتی ہے اور جھوٹ بولنا فسق و فجور ہے اور فسق و فجور جہنم میں لے جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

اذا کذب العبد تباعد عنہ الملک میلا من نتن ما جاء بہ (ترمذی شریف)

کہ جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو جھوٹ کی بدبو سے فرشتہ ایک میل دُور ہٹ جاتا ہے۔

غیبت کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ واتقوا اللہ ان اللہ تواب الرحیم (الحجرات:۱۲)

اور ایک دوسرے کی غیبت بھی نہیں کیا کرو کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے تم اسے مکروہ سمجھتے ہو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو بے شک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

حضرت ابو سعید و حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا،

الغیبۃ اشد من الزنا قالو یا رسول اللہ و کیف الغیبۃ اشد من الزنا قال ان الرجل لیزنی فیتوب فیغفر اللہ لہ و ان صاحب الغیبۃ لا یغفرلہ حتی یغفرھا لہ صاحبہ (بیہقی، مشکوٰۃ)

کہ غیبت زنا سے بدتر ہے صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! غیبت زنا سے بدتر کیوں ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی زنا کرتا ہے پھر توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اپنے فضل سے معاف فرما دیتا ہے لیکن غیبت کرنے والے کو اللہ معاف نہیں فرماتا جب تک کہ اس کو وہ شخص معاف نہ کرے جس کی غیبت کی گئی۔

اسی طرح جھوٹ، بددیانتی اور وعدہ خلافی کے بارے میں آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

أیۃ المنافق ثلاث اذا حدث کذب و اذا وعد اخلف و اذا اوتمن خان (جامع ترمذی، ج۲ ص۹۱)

منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرے جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے وعدہ خلافی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے اس میں خیانت کرے۔

سود کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

الذین یاکلون الربو الا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطن من المس ذالک بانھم قالوا انما البیع مثل الربو و احل اللہ البیع و حرم الربو فمن جاءہ موعظۃ من ربہ فانتھی فلہ ما سلف و امرہ الی اللہ و من عاد فاولٰئک اصحب النار ھم فیھا خٰلدون (البقرۃ:۲۷۵)

جو لوگ سود کھایا کرتے ہیں وہ نہیں کھڑے ہوں گے مگر جس طرح کھڑا ہوتا ہے وہ جسے شیطان نے پاگل بنا دیا ہو چھو کر یہ حالت اس لئے ہوگی کہ وہ کہا کرتے تھے کہ سوداگری بھی سود کی طرح ہے حالانکہ حلال فرمایا اللہ تعالیٰ نے تجارت کو اور حرام کیا سود کو پس جس کے پاس آئی نصیحت اپنے رب کی طرف سے تو وہ (سود سے) رُک گیا تو جائز ہے اس کیلئے جو گزر چکا اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے اور جو شخص پھر سود کھانے لگے تو وہ دوزخی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

حضرت عبداللہ حنظلہ غسیل الملائکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

درھم ربو یاکله الرجل وھم یعلم اشد من ستة وثلثين زنية (احمد، دار قطنی، مشکوٰۃ)

کہ سود کا ایک دِرہم جو آدمی جان بوجھ کر کھائے اس کا گناہ چھتیس بار زِنا کرنے سے زیادہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

الربوا سبعون جزء ایسرھا ان ینکح الرجل امه (ابن ماجہ، بیہقی)

سود (کا گناہ) ایسے ستّر گناہوں کے برابر ہے جن میں سے سب سے کم درجہ کا گناہ یہ ہے کہ مرد اپنی ماں سے زِنا کرے۔

رِشوت کے بارے میں فرمانِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ملاحظہ ہو،

لعنة الله على الراشی والمرتشی

رشوت لینے اور دینے والے پر اللہ کی لعنت ہے۔

لٰہذا یہ مذکورہ معاشرتی برائیاں بھی اُمتِ مسلمہ کے زوال کے اسباب میں سے ہیں اور انہیں دُور کرنے کا بہترین علاج قرآن وسنت پر خلوصِ دل سے عمل کرنا ہے۔

جذبۂ جہاد کی کمی

فہم دین کے فقدان کی وجہ سے مسلمانوں میں جذبہ جہاد کی کمی ہوتی جارہی ہے حالانکہ جہاد اسلام کی شان وشوکت کیلئے بہت ضروری ہے تاریخ اسلام گواہ ہے کہ جب تک مسلمانوں میں جذبہ جہاد موجود رہا وہ شان وعظمت کی زندگی بسر کرتے رہے اور جب جذبہ جہاد کی کمی ہوئی تو ذلت ورسوائی ہمارا مقدر بن گئی۔

یہ حقیقت بھی کسی باخبر آدمی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ انگریز نے تجارت کے بہانے ہندوستان آکر حکومت پر قبضہ کیا اور اس قبضے کے دوران اس نے کئی پودے کاشت کئے جن میں سے ایک نمایاں پودا مرزا غلام احمد قادیانی تھا اس نے انگریز کے ایماء پر فتویٰ دیا کہ جہاد منسوخ ہوگیا ہے چنانچہ مرزا قادیانی نے لکھا:۔

میں نے اس مضمون جہاد کی منسوخی اور انگریزوں کی وفاداری کا پچاس ہزار کے قریب کتابیں رسائل اور اشتہار چھپوا کر ملک اور دوسرے بلاد اسلام میں بھجوائے ہیں کہ انگریزی حکومت ہم مسلمانوں کی محسن ہے تو مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اس کی سچی اطاعت کرے نتیجہ یہ ہوا کہ لاکھوں انسانوں نے جہاد کے غلیظ خیالات چھوڑ دیئے جو نافہم ملاؤں کی تعلیم سے ان کے دلوں میں تھے مجھے اس بات پر فخر ہے۔ (غلام احمد قادیانی، ستارہ قیصر ص ۳ بحوالہ قادیانی فتنہ اور علماء حق)

حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا،

لا تزال طائفة من امتي يقاتلون على الحق ظاهرين على من ناواهم حتىٰ يقاتل آخرهم المسيح الدجال (ابوداؤد، مشکوٰۃ)

میری اُمت کا ایک گروہ حق پر جہاد کرتا رہے گا دشمنوں پر غالب رہے گا یہاں تک کہ ان کا آخری فرد مسیح دجال سے جنگ کرے گا۔

ایک دوسری حدیث میں ہے:۔

يقاتل عليه عصبة من السلمين حتىٰ تقوم الساعة (مشکوٰۃ بحوالہ مسلم شریف)

مسلمانوں کی ایک جماعت اس دین کی بنیاد پر جہاد کرتی رہے گی یہاں تک کہ قیامت قائم ہوجائے۔

اسی جہاد کی وجہ سے سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آدھی دنیا پر اسلام کا جھنڈا لہرایا کفار کو معلوم تھا کہ جب اس قوم میں جذبۂ جہاد پیدا ہوجائے تو پھر دنیا کے نقشے پر کوئی باطل اور طاغوتی قوت نہیں رہتی۔ لہٰذا اس نے جہاد کو دہشت گردی کا نام دے کر مسلمانوں کے خلاف بڑی بڑی سازشیں شروع کردی ہیں۔

چنانچہ امریکی معتبر کالم نگار مائکل شرم کے مطابق ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کو امریکہ کے بعض ذرائع ابلاغ کے ذریعے منظم اور بھرپور انداز میں مسلمانوں کو دہشت گرد اور اسلام کو دہشت گردی کا مذہب قرار دیا گیا اور جہاد کو دہشت گردی کا پروگرام قرار دینے پر تمام توانائیاں صَرف کر دی گئیں۔ اس مسلسل پروپیگنڈے کا اثر یوں ہوا کہ امریکہ اور مغربی ممالک کی فضائیں اُمتِ مسلمہ کیلئے مسموم ہوگئیں اس ماحول میں ضروری ہے کہ اس حقیقت کی وضاحت کی جائے کہ اسلامی جہاد کا مقصد اور نصب العین کیا ہے؟ کیا اسلام اپنے پیروکاروں کو اس قسم کے واقعات کیلئے اُبھارتا ہے؟ ہرگز نہیں...... اسلام تو امن وسلامتی کا دِین ہے اپنے تو اپنے یہ اغیار کو بھی اپنے دامن امن وسلامتی کے حصار میں لے لیتا ہے۔

اسلامی جہاد کا نصب العین

اسلامی جہاد کا مقصد کسی ملک کو فتح کرنا دولت اور خزانے پر قبضہ کرنا کسی عورت کا حصول یا ذاتی غیظ وغضب اور انتقام کی آگ کو بجھانا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی زمین پر اس کی حاکمیت قائم کرنا، فتنہ وفساد ختم کر کے اس دھرتی کو امن وسکون اور عدل وانصاف کا گہوارہ بنانا ہے۔

قیام امن

قیام امن کیلئے جہاد ناگزیر ہے جس طرح ڈاکٹر جسم انسانی کو فاسد خون کے اثرات سے بچانے کیلئے پھنسیوں اور پھوڑوں کو نوک نشتر سے چیر دیتا ہے یہ عجیب بات ہوگی کہ ہم ایک فرد کے جسم وجاں کو بچانے کیلئے تو نشتر کے استعمال کو جائز قرار دیں مگر ہزاروں اور لاکھوں انسانوں کو ظلم وجور سے بچانے اور حق وصداقت کی اقدار کو محفوظ و مامون رکھنے کیلئے ہلاکوؤں، چنگیزوں اور وقت کے نمرود و فرعون، بش بلیئر، ایریل شیرون کا تلواروں، بموں اور دیگر ٹیکنالوجی سے مقابلہ نہ کریں اور انہیں خلق خدا کو تباہ کرنے کی کھلی چھٹی دے دیں ایسا نہ کبھی ہوا ہے نہ ہو سکتا ہے نہ ہوگا۔

یہ خاموشی کہاں تک لذتِ فریاد پیدا کر　　　زمیں پر تُو ہو اور تیری صدا ہو آسمانوں میں

یہاں انسانی ذہن میں ایک دلچسپ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آج تک دنیا میں جتنی جنگیں بھی معرض وجود میں آئیں امن کے نام پر آئیں فریقین میں بالعموم یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ ہم یہ جنگ امن واصلاح کیلئے لڑ رہے ہیں امریکی صدر بش نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ امریکہ کے تمام ذرائع و وسائل قیام امن کیلئے وقف ہیں اب اگر ان نبرد آزمایان جنگ کے اس دعویٰ کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر یہ تسلیم کرنا پڑے گا یہ تمام جنگیں حق وصداقت کی جنگیں تھیں مگر یہ دعویٰ کسی طرح بھی قابل قبول نہیں۔ جس طرح اندھا اور بینا ایک نہیں ہوسکتے، جس طرح دھوپ اور سایہ ایک نہیں ہوسکتے، جس طرح دِن اور رات ایک نہیں ہوسکتے، جس طرح نسبت تساوی اور تباین ایک نہیں ہوسکتیں، اسی طرح حق وصداقت اور ظلم وستم کی جنگیں ایک نہیں ہوسکتیں۔ ضروری ہے کہ حق وصداقت اور ظلم وستم کا کوئی معیار قائم کیا جائے تاکہ یہ فیصلہ کیا جاسکے کہ کون سی جنگ حق وصداقت کی جنگ ہے اور کون سی جنگ ظلم وستم کی جنگ ہے۔

قرآن فرماتا ہے،

الذین یقاتلون فی سبیل اللہ والذین کفروا یقاتلون فی سبیل الطاغوت

ایماندار لوگ وہ ہیں جو اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور کافر وہ ہیں جو شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں۔

قرآن مجید کی رو سے جہاد فی سبیل اللہ اور جہاد فی سبیل الطاغوت کے اس فرق کو سمجھ لینے کے بعد یہ فیصلہ کرنا کچھ مشکل نہیں کہ کون سی جنگ حق وصداقت اور قیام امن کی جنگ ہے اور کون سی ظلم وطغیان کی جنگ ہے جہاد کا ایک اہم فارمولا یہ ہے کہ اگر دشمن صلح کی درخواست کرے تو اسے قبول کر لینا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ پاک ہے،

و ان جنحوا للسلم فاجنح لھا و توکل علی اللہ انہ ھو السمیع العلیم (الانفال)

اگر کفار صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ بھی صلح کی طرف مائل ہو جائیں اور اللہ پر بھروسہ رکھیں بے شک وہ خوب سننے اور جاننے والا ہے۔

اسی طرح اگر دشمن ہتھیار ڈال دے اور صلح کا طلبگار ہو تو اس کے خلاف ہتھیار اُٹھانے کا کوئی جواز نہیں ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

فان اعتزلوکم فلم یقاتلوکم و القوا الیکم السلم فما جعل اللہ لکم علیھم سبیلا (النساء:۹۰)

پس اگر وہ تم سے جدا ہو جائیں اور تمہارے ساتھ جنگ نہ کریں اور تمہاری طرف صلح کا پیغام بھیجیں

تو اللہ نے تمہارے لئے ان کے خلاف کوئی راستہ نہیں بنایا۔

مختصر یہ کہ اسلامی جہاد کا مقصد دشمنوں کا خون بہائے جانا اور انہیں تہ تیغ کیے جانا نہیں ہے اگر وہ آمادہ صلح ہیں تو جیو اور جینے دو کے آفاقی قانون کے مطابق ان سے صلح کر لو۔

شرک کا خاتمہ

اسلامی جہاد کا ایک اہم مقصد فتنے کا خاتمہ کرنا ہے فتنے سے مراد شرک ہے کون نہیں جانتا کہ تمام آسمانی ادیان اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے عقیدے کے اثبات اور شرک کے ختم کرنے پر متفق ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے،

قل یا اهل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا الله

و لا نشرك به شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله (پ۳،آل عمران:۶۴)

آپ فرما دیجئے اے اہل کتاب آؤ ایسے کلمے کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے یہ کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھرائیں اور ہم میں کوئی بھی ایک دوسرے کو رب نہ بنائے اللہ کے سوا۔

اس سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ شرک کو روکنے پر قرآن پاک، تورات، انجیل، زبور اور تمام صحائف متفق ہیں اور شرک اتنا بڑا جرم اور اتنا بڑا فتنہ ہے کہ نا قابل معافی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا،

ان الله لا یغفر ان یشرك به و یغفر ما دون ذالك لمن یشاء

و من یشرك بالله فقد افتریٰ اثما عظیما (پ۴،النساء:۴۸)

بے شک اللہ نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے اور شرک کے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا اس نے بڑا گناہ کا بہتان باندھا۔

ارشادِ ربانی ہے،

و قاتلوهم حتیٰ لا تکون فتنة و یکون الدین لله (پ۲،البقرۃ:۱۹۳)

مشرکوں سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین صرف اللہ کیلئے ہو جائے۔

اور یہ بات عقل میں آتی ہے کہ جب تمام کائنات کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے، ہر شے کو وجود میں لانے والی وہی ذات ہے تو خدا کی خدائی میں اسی کا حکم چلنا چاہیے اس مقصد کیلئے کوشش کرنا ہر اس شخص کا فرض ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات کو مانتا ہے اور اس عظیم مقصد کیلئے اسلام نے مسلمانوں پر جہاد فرض کیا ہے۔

نبی رحمت اللعالمین حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے،

امرت ان اقاتل الناس حتیٰ یقولوا لا اله الا الله

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جہاد کروں یہاں تک وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کریں۔

امام بخاری، مسلم، ترمذی اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور میری رسالت کی گواہی دیں۔

اس سے مراد یہ نہیں کہ ان کفار اور مشرکین کو تلوار کے سائے میں کلمہ پڑھایا جائے اور انہیں ڈرا دھمکا کر کہ ضرور تم نے کلمہ پڑھنا ہے۔ نہیں! پہلے ان کو اسلام کی دعوت دی جائے اگر وہ قبول کرلیں تو فبها ورنہ ان سے اطاعت کا مطالبہ کیا جائے اگر اطاعت یعنی جزیہ وغیرہ دینے پر آمادہ ہو جائیں تو ٹھیک بصورت دیگر تلوار چلائی جائے یہاں تک کہ فتنہ شرک ختم ہو جائے۔

ظلم کے خلاف جہاد

جہاد کا ایک اہم ترین مقصد مظلومین کو پنجہ ظلم سے رہا کرانا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

وما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللّٰہ والمستضعفین من الرجال والنساء والولدان

الذین یقولون ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا (پ۴،النساء:۷۵)

اور تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اور ان مظلوم مردوں، عورتوں اور بچوں کی آزادی کیلئے جنگ نہیں کرتے جو فریاد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہمارے رب ہمیں اس بستی سے نکال جس کے رہنے والے ظالم ہیں۔

عرب کے تاریک دَور میں بچیوں کو زِندہ درگور کردیا جاتا تھا، عورتوں کو مرنے والے کے ورثاء اپنی ملکیت تصوّر کرتے تھے، عورتوں کو حق وراثت سے محروم کردیا جاتا تھا، دریائے نیل ایک خاص وقت بند ہوجاتا تھا اس وقت تک نہیں چلتا تھا جب تک ایک لڑکی اس کی بھینٹ نہیں چڑھائی جاتی تھی، یعنی ہر طرف ظلم وستم کی آندھیاں اُمنڈ رہی تھیں انسانی زندگی کے پورے ماحول پر گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ یہ اسلام ہی تھا جس نے ان مظالم کا خاتمہ کیا انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نجات دلائی بلکہ انسان کو مٹی اور پتھر کے بے جان، بے شعور اور بے اختیار بتوں سے رہائی دلائی۔

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا،

اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا و ان اللّٰہ علی نصرھم لقدیر الذین

اخرجو من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللّٰہ (پ۴،الحج:۳۱)

ان مسلمانوں کو جہاد کی اجازت دی گئی ہے جن سے جنگ کی جاتی ہے اس بنا پر ان پر ظلم کیا گیا اور بے شک اللہ تعالیٰ ان کی امداد پر قادِر ہے یہی وہ لوگ ہیں جنھیں ان کے گھروں سے ناحق نکالا گیا۔ صرف اس بات پر کہ وہ کہتے ہیں ہمارا ربّ اللہ ہے۔

یہ جو آج کے دور میں کشمیر، فلسطین، افغانستان، عراق، چیچنیا، بوسینا میں جاری جہاد کو دہشت گردی کہا جاتا ہے یہ قرآن کی صریح مخالفت ہے اس لئے کہ وہاں مردوں، عورتوں اور بچوں پر جو مظالم ڈھائے جارہے ہیں صرف اس بات پر کہ وہ مسلمان ہیں مشرقی تیمور کی ریاست اس لئے قائم ہوگئی کہ وہ ایک عیسائی ریاست تھی۔ ایران، عراق، شام، لیبیا پر ایٹمی ٹیکنالوجی کے بارے غیر ذِمہ دارانہ رویے کا ڈھنڈورا پیٹا جارہا ہے اور عراق کے نام نہاد ایٹمی اور کیمیائی ہتھیار تلف کرنے کیلئے حملہ بھی ہوچکا ہے مگر شمالی کوریا کے اقرار کے باوجود اس سے نرمی برتی جارہی ہے کیونکہ وہ ایک کافر ملک ہے، لہٰذا ہمارے نام نہاد مسلمان حکمرانوں کو اب اپنی آنکھیں کھولنا ضروری ہیں وہ قرآن کے اس اعلان کو سنیں اور سمجھیں اور اس پر عمل کریں۔

خلاصۂ کلام

اسلامی جہاد کا نصب العین روئے زمین کو فتنہ وفساد سے پاک کرکے اسے امن وامان کا گہوارہ بناتا ہے جو شقیں اوپر بیان کی جاچکی ہیں یہی اسلامی جہاد کا نصب العین ہیں اسلامی جہاد قیام امن کیلئے کیا جاتا ہے یعنی جو لوگ فتنہ وفساد برپا کرکے معاشے میں بگاڑ پیدا کریں ان کے خلاف جہاد کیا جائے گا تاکہ فتنہ شرک اور ظلم کے خلاف بھی جہاد کیا جائے گا۔

ارشادِ ربانی ہے،

فقاتلوا اولیاء الشیطان ان کید الشیطان کان ضعیفا (النساء)

تم شیطان کے دوستوں سے جنگ کرو بے شک شیطان کا مکر بہت کمزور ہے۔

شیطان کے دوست کون ہیں؟ ...... مشرکین وکفار۔

جہاد اور دہشت گردی

دنیا بھر کے ذرائع ابلاغ پر چونکہ غیر مسلموں کا قبضہ ہے اس لئے انہوں نے ہمیشہ سے مسلمانوں کو عالمی سطح پر بدنام کرنے کی مہم جاری رکھی خصوصاً ۱۱ ستمبر کے واقعے کے بعد اسلام کو دہشت گردوں کا مذہب اور جہاد کو دہشت گردی ثابت کرنے کی مہم زور و شور سے شروع کر رکھی ہے۔ تو یہاں پر ضروری ہے کہ جہاد اور دہشت گردی میں فرق معلوم کیا جائے۔

جہاد کے معنی انتھک کوشش کے ہیں اور مفہوم یہ ہے کہ خدا کے دین کے فروغ کے واسطے کمال درجے کی جدوجہد کرنا، یہ کوشش زبان، مال، وقت اور عمر سے، جان جوکھوں میں ڈال کر اور وقتِ ضرورت اپنے خون کا آخری قطرہ بہا کر بھی کی جاتی ہے جبکہ دہشت گردی کے معنی سیاسی مقاصد کے حصول کیلئے تشدد اور قوت کا استعمال، خوف و ہراس پھیلانے اور شیطانی مقاصد کی خاطر وسیع پیمانے پر قتل عام کو کہا جاتا ہے جہاد قوانین الٰہیہ کے نفاذ کی مستحکم اسکیم کا جز ہے۔

جبکہ دہشت گردی کا مقصد، ملک گیری، حصول دولت، اپنی برتری اور تفوق ہے۔ جہاد کا مقصد عدل و انصاف کا فروغ اور صالح تہذیب و تمدن کی بنیاد ہے جبکہ دہشت گردی خون ریزی اور تباہی و بربادی کا نام ہے۔ جہاد میں صرف ان لوگوں کے خلاف لڑنے کا حکم ہے جو دو بدو جنگ میں شریک ہوں اس کے علاوہ پر ہاتھ اُٹھانے کی قطعاً اجازت نہیں جبکہ دہشت گردی ان تمام قیودات سے آزاد ہے۔

چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے سپاہ سالاروں کو پابند کر دیا تھا کہ

لا تقتلوا شیخا فانیا و لا طفلا و لا صغیرا و لا امرۃ و لا تغلوا و ضموا غنائمکم

و اصلحوا و احسنوا ان اللہ یحب المحسنین (سنن ابی داؤد)

کسی بوڑھے شخص کو، کسی بچے کو، کسی عورت کو ہرگز قتل نہ کرنا اور خیانت نہ کرنا، غنائم کو اکٹھا کرنا اور حالات کو دُرست کرنے کی کوشش کرنا، دشمن کے ساتھ بھی احسان کرنا بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن یزید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

نہی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من النہبی والمثلہ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوٹ مار اور لاشوں کو مثلہ کرنے سے منع فرمایا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

ان اللہ تعالیٰ لم یحل لکم ان تدخلوا بیوت اھل الکتاب الا باذن

ولا ضرب نساء ھم ولا اکل ثمارھم (سنن ابی داؤد)

اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جائز نہیں رکھا کہ اہل کتاب کے گھروں میں داخل ہو جاؤ مگر اجازت سے نیز ان عورتوں کو پیٹنا اور ان کے پھلوں کو کھانا بھی حلال نہیں۔

امن کی خوشبوئیں بکھیرنے والی ان تعلیمات کا اندازہ لگائیں جب میدانِ کارزار گرم ہو، خون کی ہولی کھیلی جا رہی ہو، کشتوں کے پشتے لگ رہے ہوں، بازو کٹ رہے ہوں، گردنیں جسموں سے جدا ہو رہی ہوں، میدان کارزار لالہ زار بن رہے ہوں تو جس عظیم نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے اسوۂ مبارک میں عورتوں، بچوں، بوڑھوں کو مارنے اور مثلہ کرنے حتیٰ کہ پھل اور درختوں کو کاٹنے کا دھبہ نہ ہو۔ تو وہ کردار امن کا پیامبر نہیں تو کیا ہے؟ مگر آج کے دَور میں بھارتی کرکٹ ٹیم کے کافر مشرک کھلاڑیوں کو پاکستان کے نام نہاد مسلمان سیاستدان امن کے پیامبر کہہ کر ائیر پورٹ پر ان کا استقبال کرتے ہیں۔

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی آٹھ (۸) سالہ جہادی زندگی میں نوّے (۹۰) غزوات وسرایا گزرے ہیں دس (۱۰) سالہ مدنی دور میں انتظامی وعسکری وجوہات کی بنا پر ۱۰۱۸ جانوں کا ضیاع ہوا، عصما بن مروان، ابو عفک شاعر، کعب بن اشرف یہودی، سلام بن الحقیق کا قتل ریاست مدینہ کا امن تخت وتاراج کرنے کے جرم میں تھا ان کے قتل سے ہزاروں باسیوں کو سکون واطمینان کا سانس لینا نصیب ہوا۔

اس کے برعکس امن کے بڑے عالمی ٹھیکیداروں کی دہشت گردی کے کالے کرتوت بھی ملاحظہ کیجئے کہ ناگاساکی، ہیروشیما اور دوسری جنگ عظیم میں امریکی بموں نے جو قیامت برپا کی اس میں جو انسانی جانوں کا ضیاع ہوا وہ برطانیہ اور امریکہ کا ایک کروڑ چھ لاکھ پچاس ہزار، جبکہ فریقین کا مجموعی جانی نقصان ڈیڑھ کروڑ کے قریب ہوا صرف روس کے پچھتر ہزار فوجی مارے گئے۔ جاپان کے پندرہ لاکھ پچاس ہزار نوجوانوں کو موت کے گھاٹ اُتارا گیا جرمنی کے ۲۸ لاکھ پچاسی ہزار فوجیوں نے اپنی قیمتی زندگیوں کو جنگ کی کالی دیوی کی بھینٹ چڑھایا حالیہ امن کے قیام کیلئے کسووو، صومالیہ، بوسنیا میں خون مسلم کی ارزانی ہے اور دہشت گردی کے خاتمے کیلئے مہذب ترین اقوام عالم کے ہاتھوں دو ملک افغانستان اور عراق بری طرح کچلے جا رہے ہیں اور وہاں لاکھوں انسانی جانوں کے علاوہ معیشت و معاشرت بھی تباہ ہو چکی ہے......لیکن!

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام　　　وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

پس چہ باید کرد

عالم اسلام اگر زندہ رہنا چاہتا ہے تو اسلامی ممالک کے سربراہوں کو متحد ہو کر اس صورت حال کا مقابلہ کرنا ہوگا اور اسی اسلامی جہاد کے صحیح تصور کو اپنانا ہوگا اگر ہم نے وقت کی آواز پر کان نہ دھرے اور داخلی و خارجی محاذوں پر بروقت جرأت مندانہ فیصلے نہ کیے تو ۔

ع　تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

علامہ اقبال اپنی ملت کے نوجوانوں میں جذبۂ جہاد کو بیدار کرنے کیلئے فرماتے ہیں ۔

آ تجھ کو بتاؤں میں تقدیر امم کیا ہے؟　　　شمشیر و سناں اول طاؤس و رباب آخر

کاش کہ ہم نے دین اسلام کو سمجھا ہوتا آج یہ ہماری دین اسلام سے دُوری ہی تو ہے جس کی وجہ سے جذبۂ جہاد کی کمی ہے۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر

فہم دین کے فقدان کا ایک نتیجہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا چھوڑنا ہے اور یہ چیز بھی ملت اسلامیہ کے زوال کا ایک سبب ہے۔ صحابۂ کرام علیہم الرضوان اسی فریضہ کو ادا کرنے کیلئے چار دانگ عالم میں پھیل گئے اور انہوں نے ساری زندگی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں گزار دی لیکن افسوس ہم نے یہ فریضہ چھوڑ دیا اس لئے ذِلت ورُسوائی ہمارا مقدر بن گئی لہٰذا ملت اسلامیہ کے زوال کو عروج میں بدلنے کا بہترین ذریعہ قرآن وسنت کے ان احکامات پر عمل کرنا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

و لتكن منكم امة يدعون الى الخير و يامرون بالمعروف و ينهون عن المنكر و اولئك هم المفلحون

اور تم میں ایک ایسی جماعت ضرور ہونی چاہئے جو بلایا کرے نیکی کی طرف اور حکم دیا کرے نیکی کا اور روکا کرے بدی سے اور یہی لوگ ہی کامیاب وکامران ہیں۔

كنتم خير امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنهون عن المنكر و تومنوا بالله (آل عمران)

تم بہترین اُمت ہو جو ظاہر کی گئی ہو لوگوں کی (ہدایت وبھلائی) کیلئے تم حکم دیتے ہو نیکی کا اور روکتے ہو برائی سے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔

اسی طرح آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ارشاداتِ عالیہ کے ذریعے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تاکید فرمائی جیسا کہ حدیثِ پاک میں حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا،

من رایٔ منكم منكر افليغره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه و ذالك اضعف الايمان (صحیح مسلم، ج ا ص ۵۱)

جو شخص تم میں سے برائی دیکھے اسے چاہئے وہ اسے اپنے ہاتھ سے روکے اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا تو اپنی زبان کے ساتھ روکے اگر اس کی بھی طاقت نہیں تو پھر اپنے دل میں اسے برا جانے اور یہ (دِل میں برا جاننا) ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

اگر ہم دین اسلام کو صحیح معنوں میں سمجھتے تو وہ برائیاں جن کی وجہ سے ہمارا پورا معاشرہ بگاڑ کا شکار ہے کبھی پیدا نہ ہوتیں آج ہماری حالت تو یہ ہے کہ ہم برائی کو برائی بھی نہیں سمجھتے، ہاتھ اور زبان سے برائی کو روکنا تو دُور کی بات اس برائی کو ہم دِل میں برا نہیں سمجھتے یہ سب کچھ دِین سے ناواقفیت ہے۔

جدید علوم سے ناواقفیت

اُمتِ مسلمہ کے زوال کا تیسرا بڑا سبب جدید علوم سے ناواقفیت ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صفہ کی بدولت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی قیادت اس اُمت کو عطا فرمائی جنہوں نے کڑے حالات میں اُمت کی ڈوبتی ہوئی ناؤ کو ساحل مراد تک پہنچایا...... حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عدل وانصاف میں اپنا کردار ادا کیا...... حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مال معاونت کا فریضہ انجام دیا...... حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فقہ اور قانون کے میدان میں اُمتِ مسلمہ کی خدمت کی۔

ایک مغربی مفکر پروفیسر جیمز سمتھ نے اپنی کتاب The LeaderShip of Muhammad کے دیباچے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی علمی کاوشوں اور آپ کی تیار کردہ قیادت کے کارناموں کے بارے میں لکھا ہے کہ

I admit that Muhammad was not only a great leader

but He also produced the leadership in various ways to continue His system.

میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ **محمد** (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نہ صرف ایک عظیم قائد تھے

بلکہ انہوں نے اپنے نظام کو جاری رکھنے کیلئے مختلف جہات سے قیادت بھی پیدا کی۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آج سے تقریباً ساڑھے چودہ سو سال پہلے اُمتِ مسلمہ کو اس کے مسائل کا حل دے دیا تھا اور مسلمانوں کو تا قیامِ قیامت عروج و تمکنت اور ترقی وخوشحالی پر مبنی چارٹر بھی عطا فرما دیا تھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ حدیث مسلمانوں کے زوال کو عروج میں بدلنے کیلئے ایک نسخہ کیمیا ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

اطلبوا العلم ولو کان بالصین علم حاصل کرو اگرچہ چین جانا پڑے۔

مذکورہ حدیث کی ایک منفرد شرح اور توضیح بیان کرتے ہوئے ایران کی قم یونیورسٹی کے پروفیسر علامہ رضا علی قمی نے اپنی کتاب البیان فی اقوال الرسول میں باب فی فضائل العلم عن النبی کے ذیل میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ۱٤ سو سال قبل علم کی ترغیب اور اس انداز سے فرمایا کہ اگر تمہیں چین بھی جانا پڑے تو علم حاصل کرنا تم پر واجب ہے اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول یہاں صرف دینی علوم کی طرف اشارہ کرتا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرما دیتے، اطلبوا العلم ولو کان بالمکۃ او بالمدینۃ یعنی دینی اور دنیاوی علوم کا مرکز مکہ تھا یا مدینہ لیکن چین کی طرف اشارہ اس بات کی غماضی کرتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بصیرت علم نے چودہ سو سال بعد کے واقعات کا مشاہدہ فرما لیا تھا اور آپ اُمت کو چین کی مثال دے کر سائنس وٹیکنالوجی کے علوم کا ماہر دیکھنا چاہتے تھے تا کہ یہ اسلام کی فکر کی روشنی میں عصری تقاضوں کو ہم آہنگ کرتے ہوئے ہر میدان کے شہسوار بنیں۔

الغرض جب تک اُمتِ مسلمہ نے قرآن وسُنّت میں غوطہ زنی کر کے اس سے سائنسی، علمی، فکری، معاشی، اقتصادی اور اخلاقی مسائل کا حل نکالا اس وقت تک یہ دنیا پر نہ صرف حکمرانی کرتی رہی بلکہ امن ومساوات، خوشحالی اور ترقی اس کے ماتھے کا جھومر تھی۔

ایک وہ وقت تھا جب سائنس اور فلسفے کے میدان میں مسلمان سائنسدانوں اور مفکرین نے مختلف علمی گوشوں پر ریسرچ کی اور تاریخ میں ان مٹ نقوش چھوڑے۔

جدید کیمیاء کے میدان میں جابر بن حیان، ریاضی کے میدان میں محمد بن موسیٰ الخوارزمی، طب کے میدان میں الرازی، بصریات کے میدان میں ابن الہیثم، طبیعات کے میدان میں ابن سینا نے کارہائے نمایاں سرانجام دیے۔

اسی طرح جاحظ یعقوب الکندی، فارابی، زہراوی، البیرونی، عمر خیام، ابن رشد، قزدینی اور دمیری وغیرہم کے نام بھی نمایاں ہیں۔

مسلمانوں نے کچھ نہیں چھ صدیوں تک سائنس کی خدمت کی اور اس پر لاکھوں کتابیں لکھیں ایک لاکھ سے زیادہ کتابیں دُنیا کے مختلف ملکوں کی لائبریریوں میں آج بھی موجود ہیں اس پورے عرصے میں یورپ پر جہالت کی تاریکی چھائی ہوئی تھی اس لئے اسے یورپ کا تاریک دَور کہا جاتا ہے دنیا کے دوسرے علاقوں میں تقریباً ایسی ہی کیفیت تھی۔ یورپ نے سائنس کا ترکہ مسلمانوں ہی سے حاصل کیا یورپی طلبہ قریبی مسلم ملک اندلس (اسپین) جاتے وہاں مسلمانوں سے سائنس سیکھتے اور پھر خود اپنے وطن واپس آکر اسے آگے بڑھاتے۔ ان لوگوں نے مسلمان سائنسدانوں کی کتابوں کے یورپی زبانوں میں بڑے پیمانے پر ترجمے بھی کئے، یہ کام اتنا بڑا تھا کہ تین صدیوں تک بھی مکمل نہ ہوسکا۔

تیرہویں صدی عیسوی تک پہنچتے پہنچتے مسلمان نے سائنسی تحقیق کا سلسلہ بعض وجوہ سے ترک کر دیا مگر اہل یورپ نے اسے جاری رکھا اس سے یورپ کو بڑا فائدہ پہنچا بدقسمتی سے مسلم دنیا میں تحقیق وتجربے کے اس جذبے کی جگہ بے علمی اور عیش پرستی نے لے لی جس کے نتیجے میں مسلم دنیا سے سائنسی فکر کا خاتمہ ہوا، دراصل تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ سیاسی اور معاشی استحکام کیلئے سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی کرنا شرط اوّلین ہے۔

اس وقت ملک پاکستان (جسے عالم اسلام کا قلعہ تصوّر کیا جاتا ہے) کی پندرہ کروڑ عوام غربت، ناخواندگی، پسماندگی اور اضطراب کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں اس کی بنیادی وجہ تعلیم کا فقدان ہے اور اس فقدان کی بدولت بے روزگاری اور بے چینی کی وجہ سے ہر سال کئی افراد خودکشی اور خودسوزی پر مجبور ہوتے ہیں۔

برطانوی وزیراعظم ٹونی بلیئر نے برامنن میں تعلیمی کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ان کی حکومت کی اوّلین ترجیح تعلیم ہے یہی وہ سوچ ہے جس کی بدولت مغربی وصیہونی استعمار نے ترقی کی اور مسلمانوں کو علمی او معاشی میدان میں غلام بنالیا۔

6 نومبر 2003 کو اسرائیل وزیراعظم ایریل شیرون نے کابینہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ

We dont need to kill the Muslims but leave them to live with hunger and poverty.

It is the right way to eradicate them.

ہمیں مسلمانوں کو قتل کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ انہیں بھوک اور غربت کے ساتھ رہنے کیلئے چھوڑ دو

یہ ان کو نیست ونابود کرنے کا صحیح طریقہ ہے۔

اسی وجہ سے ملائیشیا کے سابق وزیراعظم ڈاکٹر مہاتیر محمد نے اُمتِ مسلمہ کو دینی اور دُنیاوی علوم کو یکجا کرنے کے حوالے سے کہا کہ

The Muslim ummah must combine the both religious and scientific education

for its survival. (Address to Journalist 21 Sep: 2003)

اُمتِ مسلمہ کو اپنی بقاء کیلئے دینی اور دنیاوی تعلیم کو یکجا کرنا ہوگا۔

اگر تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات ضرور ملتی ہے کہ یورپ عیسائیت قبول کرنے کے بعد عرصہ دارز تک روم کے پوپ کے زیر اثر رہا اور پاپائی نظام میں وہ آسمانی کتابیں جو مسخ کیں جاچکی تھیں ان کے مطالعہ کو ہی علم کی آخری سرحد یقین کیا جاتا رہا اگر کوئی غور وتدبر سے اور تحقیق و تجربہ سے کسی اور حقیقت کو آشکار کرتا تو نہ صرف اس کو برا بھلا کہا جاتا بلکہ اس کو المناک سزا دی جاتی۔ ڈریپر نے اپنی مشہور کتاب معرکہ مذہب و سائنس میں چند ایسے روح فرسا واقعات نقل کیے جنہیں سن کر آپ یورپ کی ذہنی پسماندگی کا اندازہ کرلیں گے۔

☆ گلیلیو ۱۶۴۲......اٹلی کا وہ مشہور ہیئت دان ہے جس نے دُوربین ایجاد کی تھی جب اس نے کارپرنیکی کے نظام شمسی کے نظریے کی تائید کی تو پوپ نے اسے گرِفتار کرکے مذہبی عدالت میں پیش کیا عدالت نے اسے جیل میں پھینک دیا جہاں وہ دس سال انتہائی دُکھ اُٹھانے کے بعد ۱۶۴۲ میں ہلاک ہوگیا۔

☆ اسی طرح اٹلی کے مشہور فلسفی برونو کو مذہبی عدالت نے ۱۶۰۰ء میں زندہ جلادیا۔

☆ یونان کی ایک لڑکی جس کا نام ہائے پیشیا تھا، ۴۱۴ھ میں تحصیل علم کیلئے اسکندریہ آئی سالہا سال تک وہ علم کے حصول میں مشغول رہی یہاں تک کہ وہ فلسفہ میں استاد مانی جانے لگی اسے افلاطون کے اور اسطو کے فلسفہ ریاضی و ہندسہ کے فنون میں بڑی مہارت حاصل تھی اسکندریہ کے بشپ سائرل نے اس لڑکی پر کفر کا فتویٰ لگادیا ایک روز جب وہ فرائض تدریس کیلئے اپنی یونیورسٹی جارہی تھی تو سائرل کے بھیجے ہوئے چند سنگدل راہبوں نے اسے پکڑ لیا پہلے ننگا کر کے اسے بازار میں گھسیٹا پھر اسے گرجے میں اُٹھا کر لے گئے جہاں تیز سیپیوں سے اس کی کھال کھرچی، پتھر سے اس کا سر توڑا، لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کئے اور اسے آگ میں پھینک دیا۔

یورپ نے اپنے علماء کے ساتھ جو بہیمانہ برتاؤ کیا وہ بھی انسانیت پر بہت بڑا ظلم تھا لیکن علم وحکمت کے جو نوادرات مسلمان علماءِ کرام نے اپنی عمر بھر کی شب بیداریوں اور خون جگر کی آمیزش سے مرتب کیے تھے جہاں بھی ان لوگوں کا بس چلا ان کو بھی جلا کر خاکستر کردیا۔ اسپین میں مسلمانوں کے چار بڑے بڑے ثقافتی مرکز تھے، قرطبہ، غرناطہ، اشبیلیہ، اور طلیطلہ ہر مرکز میں عظیم الشان کتب خانے موجود تھے جب فرڈی نن نے وہاں مسلم حکومت کا خاتمہ کیا تو ان علم وحکمت کے گراں بہا مجموعوں کو پادریوں نے نذر آتش کردیا صرف طلیطلہ میں مسلمانوں کی اسی ہزار کتب جلادی گئیں۔ (تشکیل انسانیت)

طرابلس میں اس دور کی عظیم لائبریری تھی جس میں کتب کی تعداد تین لاکھ بتائی جاتی ہے صلیبی جنگوں کے دوران ایک صلیب کے علمبرداروں کا لشکر اس شہر میں گھسنے میں کامیاب ہوگیا ان بدبختوں نے کتب خانے کو آگ لگادی تمام کتب جلا ڈالیں اور مسلمانوں کی چھ سو سالہ محنت کو تباہ کردیا۔

مسلمانوں کے یہ علمی نوادرات، یورپ کے متعصب بادشاہوں، تنگدل پادریوں اور سنگدل راہبوں نے جلا کر راکھ کردیے اگر کوئی کسر باقی رہ گئی تو وہ تیرھویں صدی میں تاتاریوں نے پوری کردی۔ انہوں نے بغداد، کوفہ، بصرہ، حلب، دمشق، نیشاپور، خراسان، خوارزم اور شیراز کی سینکڑوں لائبریریاں جن میں مجموعی کتب کی تعداد تین کروڑ سے زیادہ تھی بھسم کرڈالی اور بے شمار علماء کو تہ تیغ کیا۔

اور جب اہل یورپ نے علم کے حصول کی طرف توجہ مبذول کی تو بقیہ کتب جو مسلمان سائنسدانوں کی تصانیف تھیں اپنی لائبریریوں کی زینت بنادیا ان کو پڑھ کر اس پر عمل کیا: کامیاب ہوگئے اور مسلمانوں نے تحقیق وتجربہ کے میدان سے آہستہ آہستہ روگردانی شروع کردی اور اپنے اسلاف کی میراث کو غیروں کے حوالے کردیا۔ اس لئے **ڈاکٹر اقبال** نے کہا تھا کہ ؎

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آباء کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا

وہ اُمت جس کا پہلا سبق اِقْــــرَاء تھا اس نے علم کے حصول اور اس کے فروغ اور اشاعت کے سلسلہ میں جو فیاضانہ اور مربیانہ طریقہ کار صدیوں اپنائے رکھا اور ہر جگہ علم وحکمت کے انوار سے اُجالا کردیا ہزاروں یونیورسٹیاں لاکھوں دارالعلوم اور ان گنت مدرسے اپنی سلطنت کے تمام گوشوں میں قائم کئے اور علماء اور حکماء کیلئے اور ان کی ہمت افزائی کیلئے اپنے خزانوں کے منہ کھول دیئے۔ یہ نتیجہ تھا اس ربانی سبق کا جو کائنات کے ہادی ومرشد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کائنات کے خالق و پروردگار نے سب سے پہلے پڑھایا تھا جب انگریز برصغیر میں آیا تو اس نے جہاں اور مقامات پر اسلام کی دھجیاں اُڑائیں وہاں اس نے یہ تاثر قائم کیا کہ جو اسکول وکالج میں پڑھے گا وہ تعلیم یافتہ کہلائے گا اور جو مدرسہ اور دارالعلوم میں پڑھے گا وہ مولوی، حافظ کہلائے گا......

یہ تاثر آج بھی ہمارے اس معاشرے میں قائم ہے۔ آج حکمران اس بات پر تو بڑا زور دے رہے ہیں کہ مدارس میں انگریزی مضامین (English Subjects) داخل نصاب کئے جائیں مگر یہ کبھی نہیں کہتے ہوئے سنا گیا کہ کالج یا اسکول میں قرآن وحدیث کی تعلیم لازمی کردی جائے ،اسلامیات ہے تو برائے نام یہاں تک کہ کراچی کے بعض اسکولز میں ایک یہودی کی تصنیف شدہ اسلامیات پڑھائی جاتی ہے وہاں کوئی آواز بلند کرنے والا نہیں ان جہلا کو جہالت اگر نظر آتی ہے تو مدارس میں وہ یونیورسٹیاں اور کالجز جو دہشت گردی کے اڈے بن چکے ہیں وہاں قرآن وسنت کے ذریعے اصلاح واحوال کا کوئی نام ونشان نہیں اُلٹا اگر کسی کتاب میں قرآنی آیات موجود ہیں تو ان کو نکالنے پر زور دیا جارہا ہے...... ایسا کیوں؟

لہٰذا تعلیم کے معاملہ میں خواہ وہ قدیم ہو یا جدید اس میں ہمیں افراط اور تفریط سے کام نہیں لینا چاہئے بلکہ معتدل ہوکر ایسے مسلمان اسکالرز پیدا کرنے چاہئیں جو صحیح طور پر پوری دنیا میں اسلام کا پیغام پہنچاسکیں یہ تب ممکن ہے کہ فہم دین بھی ہو اور جدید علوم پر مہارت بھی۔

ہمارا یہ بھی فرض ہے کہ ہم موجودہ جمود کو توڑیں اور حکمت ودانش کی دنیا میں جو غلط نظریات کے اندھیرے دن بدن پھیلتے جارہے ہیں ان کا قلع قمع کریں اور صحیح علم کی شمعیں فروزاں کریں اور عالم انسانیت کی اس شب دیجور کو اپنی مسلسل محنت اور پیہم جدوجہد سے سحر آشنا بنادیں۔

جدید علوم سے ناواقفیت کی بنا پر درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں۔
بین الاقوامی سطح پر استحصال اور اقتصادی پسماندگی۔

بین الاقوامی سطح پر استحصال

جدید علوم سے ناواقفیت کی وجہ سے مسلمانوں کا بین الاقوامی سطح پر استحصال ہے ہمارے تعلیم یافتہ لوگ (Educated Peoples) جب مغربی ممالک (Europeion Countries) میں جاتے ہیں تو ان کا وہاں کوئی پرسانِ حال نہیں ہوتا ان کی ڈگریوں کی ان ممالک میں کوئی Value نہیں ہوتی اور نہ انہیں وہاں کوئی مناسب Job ملتی ہے۔

اقتصادی پسماندگی

سعودی عرب، افغانستان، عراق، کشمیر، کویت وغیرہ ممالک میں قدرتی وسائل پر غیر مسلم قابض ہیں اسی طرح پاکستان کی اقتصادی ترقی کا تقریباً ستّر فیصد دارومدار زراعت پر ہے لیکن زراعت کی پیداوار بڑھانے کیلئے ہم جدید علوم سے ناواقف ہیں۔
لہٰذا اگر آج ہم دنیا کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں تو قدیم و جدید علوم کا حصول ضروری ہوگا اور حال ہی میں یہودیوں کی سازش ہے فرقان الحق کے نام سے جو تحریف شدہ قرآن چھاپا گیا اس کو ویب سائٹ پر جاری کیا گیا مگر مسلمانوں کی طرف سے کسی نے اس کا جواب نہیں دیا کیونکہ اگر کوئی کمپیوٹر کی دُنیا میں ہے تو فہم دین سے عاری ہے اگر کسی کے پاس فہم دین ہے تو جدید تعلیم نہیں......
لہٰذا ان دونوں علوم کا مسلمانوں کو حاصل کرنا ضروری ہے۔

قائدانہ صلاحیتوں کی کمی

اُمتِ مسلمہ کے زوال کا چوتھا سبب ہے قائدانہ صلاحیتوں کی کمی اُمتِ مسلمہ کی موجودہ حالت پر اگر ایک نظر دوڑائیں تو دِل خون کے آنسو روتا ہے کہ اس دُنیا کے نقشے پر تقریباً 56 اسلامی ممالک ہیں لیکن اپنے تمام تر وسائل اور افرادی قوت کے باوجود دنیا کے معاملات میں کوئی اہم کردار ادا کرنے سے قاصر ہیں بین الاقوامی (International) سطح پر بے حیثیت ہیں اگر ہمارے کسی اسلامک ملک میں کوئی غیر مسلم حکمران یا اس کا کوئی وزیر آجائے تو ہمارے صدر سے لے کر پولیس افسر تک اس کے استقبال کیلئے ایئر پورٹ (Air Port) پر پہنچے ہوئے ہوتے ہیں اور ہمارا پرنٹ میڈیا ہو یا الیکٹرانک میڈیا دِن رات ان کی خبریں دیتے تھکتے نہیں مگر جب یہی نام نہاد مسلمان حکمران بن بلائے ان کے ملکوں کا دورہ کرتے ہیں تو کوئی ایئر پورٹ پر لینے نہیں آتا اور عزت کی کوئی خبر نہیں دیتا...... انہیں پتا ہے کہ یہ ایک بے حیثیت قوم ہے۔

اس کے علاوہ دنیا کے جس جس گوشے میں مسلمان اقلیت میں ہیں وہ ظلم وستم اور بربریت کی چکی میں پس رہے ہیں۔ لیکن اب حالت یہ ہے اکثریتی علاقوں میں بھی اس قوم کا جینا حرام کردیا گیا ہے۔ان پر بنیاد پرستی کے الزامات لگائے جارہے ہیں دہشت گرد کہا جارہا ہے کہیں اسلحہ کی سپلائی پر پابندیاں ہیں کہیں اقتصادی پابندیاں ہیں شیطان وقت وفرعون وقت امریکہ کے جوجی میں آتا ہے کئے جارہا ہے عرب علاقوں میں غنڈہ گردی کیلئے اسرائیل کو پال رکھا ہے اور پوری اسلامی دُنیا پر دباؤ ڈال کر اسرائیل کو تسلیم کروایا جارہا ہے اور پاکستان میں بھی کچھ حامی پیدا کرلئے گئے ہیں۔امریکہ جو خود دُنیا کے ممالک میں حقیقی جمہوریت کا داعی ہے اس کی دہشت گردی یہ ہے دوسرے ملکوں کی سرحدوں میں بم برسارہا ہے اور چن چن کر اسلام کے نام لیواؤں کو شہید کیا جارہا ہے جیلوں میں مسلمان قیدیوں سے جانوروں سے بھی بدترین سلوک کیا جارہا ہے اور اللہ کی لاریب کتاب قرآن مجید کو ٹائیلٹ میں بہایا جارہا ہے اور قرآن میں تحریف کرکے صدر بش کی جانب سے اس کتاب کا مطالعہ کیلئے امریکی مسلمانوں کو دعوت دی جارہی ہے...... ان تمام حالات میں کسی مسلمان لیڈر کو صدائے احتجاج بلند کرنے کی جرأت نہیں ہوتی۔

موجودہ قیادتوں کو نہ اسلام سے دلچسپی ہے نہ مسلمانوں سے...... تہذیب نو کے دلدادہ اور مادیت زدہ حکمران ننگ اسلاف اور ننگ اسلام بن چکے ہیں۔

اقبال کی رح اس لئے تڑپ اٹھی تھی ؎

کبھی اے نوجواں مسلم تدبر بھی کیا تُو نے   وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوتارا

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ یہود و نصاریٰ تمہارے دشمن ہیں کبھی دوست نہیں ہو سکتے ان کے آپس کے اختلافات اپنی جگہ پر بجا ہیں ان کے چہرے جدا جدا ہیں لیکن افسوس قوم مسلم پر جو اپنے دفاع کیلئے اکٹھی نہیں ہو سکتی دشمن ان سے باری باری نمٹنے کے منصوبے پر عمل پیرا ہے عالم اسلام کا سب سے بڑا مسئلہ قیادت کا بحران ہے جتنے بھی بے غیرت، جاہل، اسلام دشمن لوگ ہیں وہ مسلمانوں کے حکمران ہیں اگر اس وقت عالم اسلام کی باغیرت اور جاندار عالمی قیادت میسر آجائے تو آج بھی ہماری قسمت سنور سکتی ہے کھویا ہوا وقار دوبارہ مل سکتا ہے اور اُمتِ مسلمہ ایک بار پھر سر اُٹھا کے چل سکتی ہے۔ جو طاغوتی قوتوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر سکے جو اس اُمت کا رشتہ خدا اور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ جوڑ دے اس اُمت کو ایسی مستند شخصیت درکار ہے جس کی اجلی سیرت اور سیاسی بصیرت پر اعتماد کیا جا سکے۔ ایسی شخصیت درکار ہے جو مسلمانوں کی عالمی قیادت سنبھالنے کے قابل ہو مگر افسوس اوّل تو ایسی بے مثال شخصیت کا ملنا مشکل ہے اور اگر کہیں پیدا ہو بھی جائے تو وہ دہشت گردی کی نظر ہو جاتی ہے اور ہم مسلمانوں میں ایک بُری خصلت یہ بھی ہے کہ ہم دوسروں کی خداداد صلاحیتوں کو قبول نہیں کرتے ہماری کم ظرفی کا یہ عالم ہے کہ اوّل تو ہم کسی شخص کو اس کی زندگی میں اپنے سے بڑا ماننے کو تیار ہی نہیں ہوتے اگر ہم تیار بھی ہو جائیں تو جب تک غیر مسلم نہ اعلان کریں تو اس وقت تک اس کو ہم میں پذیرائی ملنا مشکل ہے لیکن ہمیں ایسی قیادت درکار ہے جو میرے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان کی علمی تصویر ہو...... سیّد القوم خادمھم یعنی قوم کا سرداران کا خادم ہوتا ہے۔

لہٰذا آج بھی صحابہ کرام علیہم الرضوان کی زندگیوں سے روشنی حاصل کر کے خادم کی حیثیت سے آگے بڑھنا ہوگا اور ایسی قیادت کو آگے لانا ہوگا جو دینی اور دنیاوی علوم کے اعتبار سے بے مثل و بے مثال ہو، اسی صورت پر عمل کرتے ہوئے اُمتِ مسلمہ اپنی عظمت رفتہ کو حاصل کر سکتی ہے اس اُمت کو ایسی قیادت درکار ہے جو اسلام کے اصول حکمرانی جانتی ہو اور ان پر عمل پیرا ہو۔ ذیل میں ہم کچھ اسلام کے اصول حکمرانی تحریر کر رہے ہیں کہ جن پر عمل پیرا ہو کر غیر مسلم حکمرانوں نے بھی بہترین مثالیں چھوڑی ہیں:

☆ صدر روزویلٹ بہت زیادہ ہمدرد اور جفاکش تھا۔

☆ ابراہم لنکن غربت سے صدارت تک پہنچا اس لئے غریبوں سے ملازموں سے اور مزدوروں سے محبت کرتا تھا۔

☆ کینڈی تمام زندگی انصاف اور حقوق انسانی کا دَرس دیتا رہا، فیصلے کرتا رہا اور ان اصولوں کی جنگ لڑتا رہا۔

☆ نکلسن کوزن لوگوں کے گھروں میں جا کر ان کا کام کر دیا کرتا تھا ان کی مدد اور یاوری کرتا تھا گیا۔

ان تمام بڑے لوگوں نے مثالی زندگی گزار کر کوئی بہت احسان کیا ہے؟ حالانکہ اس سے قبل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لے کر تمام اسلامی سربراہان مملکت کا دور ایک سنہری اور کامیاب دَور تھا اور ان لوگوں کا طریق کار در اصل اسلامی اصولوں کی پاسداری تھی یہی وجہ تھی کہ یہ لوگ کامیاب اور کامگار رہے۔

حاکمِ وقت کی پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ لوگوں کے درمیان عدل وانصاف کو قائم کرے اور معاشرے میں برتری کا معیار صرف اور صرف تقویٰ ہو، تاکہ فقیر وغنی، بادشاہ اور رعایا ایک ہی صف میں کھڑے ہوئے نظر آئیں قانون سب کیلئے یکساں ہو جس طرح قرآن اور صاحبِ قرآن (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے یہ نظام ہمیں عطا فرمایا کہ جب اسلام سے قبل لوگ برہمن، کھشتری، ویش، شودر اور ساسانی وغیرہ کے طبقات میں بٹے ہوئے تھے اور شرفاء قریش بھی تفاخر کی بیماری میں بُری طرح مبتلا تھے مکہ فتح ہوا اس کی فضاؤں میں اسلام کا علم لہرانے لگا اور اس وقت حضرتِ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ کعبۃ اللہ کی چھت پر کھڑے ہوکر اذان کہو تو اس وقت شرفاء قریش پر کوہِ الم ٹوٹ پڑا ان میں سے بعض کہنے لگے کہ اس کالے کوے کے علاوہ محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کوئی اور موذن نہیں ملا (معاذ اللہ) تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی،

یاایھا الناس انا خلقنا کم من ذکر و انثی و جعلنا کم شعوبا و قبائل لتعارفوا

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ان اللہ علیم خبیر (الحجرات)

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔

اور حجۃ الوداع کے موقع پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے زعمِ باطل کو نیست ونابود کر کے رکھ دیا اور فرمایا،

یا ایھا الناس الا ان ربکم واحد لا فضل لعربی علیٰ عجمی ولا لعجمی علی عربی

ولا لاسود علی احمر ولا لاحمر علی اسود الا بالتقویٰ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم الاھل بلغت

قالوا بلیٰ یارسول اللہ قال فلیبلغ الشاھد الغائب (مقالات حضرت ضیاء الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

اے لوگو! خوب سن لو تمہارا پروردگار ایک ہے کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر برتری حاصل ہے نہ کوئی کالا کسی سرخ سے اور نہ کوئی سرخ کسی کالے سے افضل ہے مگر تقویٰ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں زیادہ معزز وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے کیا تم کو میں نے پیغام دیا سب نے جواب دیا بے شک ارشاد فرمایا جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ ان تک پہنچادیں جو یہاں حاضر نہیں۔

اسی طرح تمام ان رکاوٹوں کو دُور کیا جن کی وجہ سے انسانیت عدل و انصاف کی بَرَکتوں سے دُور تھی جب ایسی تمام چٹانیں پاش پاش ہوگئیں تو اب فرمانِ الٰہی نازل ہوا، قل امر ربی بالقسط (الاعراف) اے محبوب! آپ اعلان فرمادیجئے کہ میرے ربّ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں عدل (انصاف) (کو قائم) کروں۔

پھر میرے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا عدل و انصاف قائم کیا کہ تاریخ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے رفیق اعلیٰ سے جب ملنے کا وقت آیا تو مسجد نبوی شریف میں صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے ہجوم میں تشریف لاکر اعلان فرمایا،

ایہا الناس من کنت جلدتہ ظہراً فہذا ظہری فلیستقد منہ و من کنت شتمت لہ عرضا فہذا عرضی فلیستقد منی و من اخذت لہ مالا فہذا مالی فلیاخذ منہ ولا یخشیا لشحنئا فھی لیست من شانی

اے لوگو! اگر میں نے کسی کی پیٹھ پر کوئی درہ مارا ہے تو یہ میری پیٹھ حاضر ہے وہ مجھ سے بدلہ لے سکتا ہے اگر میں نے کسی کو برا کہا ہے میری آبرو حاضر ہے وہ مجھ سے انتقام لے سکتا ہے اگر میں نے کسی کا مال چھینا ہے تو میرا مال حاضر ہے وہ اس سے اپنا حق لے سکتا ہے اور تم میں سے کوئی یہ اندیشہ نہ کرے کہ اگر کسی نے انتقام لیا تو میں اس سے ناراض ہوں گا میری یہ شان نہیں۔

اسی طرح جب بنی مخزوم کی ایک عورت (جس پر چوری کی حد قائم ہوگئی تھی) کیلئے حضرت اسامہ کو سفارشی بنا کر بھیجا گیا تو آپ نے فرمایا اے اسامہ کیا تو اللہ کی حد قائم کرنے کے بارے میں سفارش کرتا ہے تم سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ان قوموں کو ہلاک کردیا جن میں اگر کوئی شریف زادہ چوری کرتا تو اس کو معاف کردیتے اور اگر کوئی ضعیف یا کمزور شخص چوری کا ارتکاب کرتا تو اس پر حد قائم کی جاتی اور فرمایا،

واللہ لو ان فاطمۃ بنت محمد سرقت لقطعت یدھا

خدا کی قسم اگر میری لختِ جگر فاطمہ بھی اس جرم کی مرتکب ہوتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔

آپ خود سوچئے کہ جب اللہ کا پیارا حبیب اور اہل ایمان کے ایمان کی جان محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ذاتِ اقدس کو اپنے خاندان کو اور اپنے اقربا کو قانون شرعی سے بالاتر نہیں سمجھا تو قیامت تک آنے والا کوئی کلمہ گو خواہ اس کا سیاسی یا ادبی مقام کتنا ہی اونچا ہو، اپنے آپ کو قانون سے بالاتر سمجھنے کی غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح عہدِ رسالت میں متعدد ایسے واقعات ہوئے اور سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں ایسے واقعات ہوئے۔ مثلاً فاتح مصر کے بیٹے کو ایک عام مصری کی درخواست پر سزا دینا، حضرت خالد بن ولید کو ایک شاعر کی خدمت کے طور پر پیسے دینے کے جرم میں سپہ سالاری سے معزول کردینا یہ سب کچھ عدل و انصاف کی برکتیں تھیں کہ معزز اور طاقتور قبیلے کے کسی فرد نے کسی کمزور پر دست درازی کی جب عدل و انصاف کا وقت آیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلاموں نے ان تمام امتیازات کو کوئی وقعت نہ دی حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بادشاہ جبلہ بن ایہم کا مرتد ہونا گوارا کرلیا لیکن قرآن اور صاحبِ قرآن (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی تعلیمات پر حرف نہ آنے دیا اور عدل و انصاف کے راستے میں حائل ہونے والی ہر رکاوٹ کو ریزہ ریزہ کردیا۔

آج ہمارے ہاں بھی عدالتیں ہیں اور ان میں انصاف کرنے والے جج (Judges) حضرات جو کہ قرآن وسنت کی تعلیمات سے بالکل کورے۔ جب ان عدالتوں میں کوئی غریب اپنا مقدمہ دائر کرتا ہے تو ساری زندگی اس کی اس عدالت میں مقدمہ کی پیروی کرتے ہوئے گزرتی ہے جب وہ اس دنیا سے چلا جاتا ہے تو اس کی اولاد کو معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے باپ نے کوئی مقدمہ درج کروایا تھا یہ حالت ہے اگر کوئی چھوٹے سے چھوٹا ملازم یا کوئی ادنیٰ سرکاری ملازم کسی رشوت میں ملوث نظر آتا ہے تو وقت کے آمر و جابر حکمران اپنی دیانتداری کے چرچے کیلئے عدل وانصاف کا جھوٹا ڈھنڈورا پیٹنے کیلئے اخبارات میں خبریں شائع کرواتے ہیں مگر بڑے سے بڑے رشوت خور افسران جو ہمہ وقت مخلوقِ الٰہی کو لوٹنے میں لگے ہوئے ہیں اور یہاں تک کہ ان افسران کی بیگمات اپنے میک اپ تک کا سامان اپنے ماتحت ملازموں سے وصول کرتی ہیں۔ فریج کی صورت میں، ٹیلی ویژن کی صورت میں، ایئرکنڈیشنڈ وغیرہ کی صورت میں رشوت وصول کی جارہی ہے مگر ان سے پوچھنے والا کوئی نہیں۔

جب لیبیا میں پاکستانی اِمداد دوائیوں کی صورت میں اور خون کے عطیات کی صورت میں پہنچی تو انہوں نے سب کچھ قبول کیا مگر انہوں نے یہ کہہ کر خون واپس کر دیا کہ یہ رشوت خوروں کا خون ہے جب یہ ہمارے ملک کے لوگوں میں جائے گا تو رشوت عام ہوجائے گی اس لئے ہم اس کو واپس کر رہے ہیں۔ اسی طرح وہ یورپ جو کفرستان ہے مگر وہاں ہر شخص کو انصاف ملتا ہے وہاں کے اِدارے مضبوط ہیں جمہوریت مستحکم ہے۔

کاش اس اُمت کو ابو بکر صدیق جیسا حق و صداقت کا پیکر، فاروقِ اعظم جیسا عادل، عثمان غنی جیسا سخی و صابر اور علی المرتضیٰ جیسا بہادر حکمران ملتا جو اس مملکت خداداد میں مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نظام قائم کرتا۔

الٰہی بحق پاسبان مقامِ مصطفیٰ ﷺ

عطا کر اس دھرتی کو نظامِ مصطفیٰ ﷺ

فحاشی و عریانی

اُمتِ مسلمہ کے زوال کے اسباب میں سے ایک یہ بھی سبب ہے آج پوری اُمت فحاشی اور عریانی میں مبتلا ہے آج دشمنانِ اسلام پوری قوّت کے ساتھ اُمتِ مسلمہ میں فحاشی وعریانی عام کرنے کی سرتوڑ کوششیں کررہے ہیں اس سلسلے میں وہ میڈیا کو بطورِ ہتھیار استعمال کررہے ہیں آج ہمارا کون سا ایسا گھر ہے جو آلاتِ موسیقی اور فلموں سے پاک ہے؟ جب انڈیا نے پاکستان کو ثقافتی سطح پر مار دینا چاہی تو انہوں نے عورت کو بطورِ ہتھیار استعمال کیا اور جب انڈیا کی فلمیں اور گانے پاکستان کے ہر گھر اور ہر گلی، محلے اور ہوٹلوں اور سفر کے دوران گاڑیوں میں چلنے لگے تو سونیا گاندھی نے بصد افتخار کہا کہ آج ہم نے پاکستان کو ثقافتی سطح پر شکست دے دی ہے اسی طرح چند سال پہلے کی بات ہے کہ جب بھارتی وزیرِ دفاع سے ایک صحافی نے سوال کیا کہ آپ کی فوج کشمیر میں نصف صدی سے زائد عرصہ سے لڑ رہی ہے اور وہ بھی لاکھوں کی تعداد میں تو یہ اخراجات کہاں سے مہیا کرتے ہیں؟ تو اس وزیر نے زوردار قہقہہ لگاتے ہوئے کہا کہ یہ اخراجات مسلمان مہیا کرتے ہیں۔ صحافی نے پوچھا وہ کیسے؟ تو وزیرِ دفاع نے کہا ہمارے محبِّ وطن فلمی Actors اور Singers کی فلموں اور گانوں کی جو کیسیٹیں پاکستان، متحدہ عرب امارات وغیرہ مسلم ممالک میں فروخت ہوتی ہیں ان سے جو پیسہ آتا ہے اس سے ہماری فوج پلتی ہے۔ (رفیق علم)

اسی وجہ سے مسلمانوں میں فحاشی بڑھ رہی ہے اور غیرتِ ایمانی اور شرم و حیا اور محبتِ رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا جذبہ دن بدن کم ہوتا جارہا ہے یہی اس اُمت کے زوال کا سبب ہے لہٰذا دشمنانِ اسلام کی سازش کو ناکام بنانے کیلئے قرآن مجید اور سنتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مطالعہ بغور کرنا ہوگا کیونکہ یہی دو چیزیں ہیں جو انسان کو صحیح راستے پر گامزن کرتی ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے،

لا تقربو الزنیٰ انه كان فاحشة وساء سبيلا

اور بدکاری کے قریب بھی نہ جاؤ بے شک یہ بڑی بے حیائی اور بہت ہی برا راستہ ہے۔

قرآن مجید کی اس آیت میں صرف زنا ہی سے منع نہیں کیا گیا بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ بدکاری کے قریب بھی نہ جاؤ۔ مطلب یہ ہے کہ وہ تمام راستے جو برائی کی طرف راغب کرتے ہیں ان سے دُور رہنے کا حکم دیا جارہا ہے۔ بے پردگی، مرد و زن کا اختلاط، عورتوں کا چست لباس یہ سب برائی کی طرف رہنمائی کرتے ہیں لہٰذا ان سے منع کیا جارہا ہے۔

ایک دوسرے مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

قل للمومنین یغضوا من ابصارھم و یحفظوا فروجھم (النور)

آپ حکم دیجئے مومنوں کو کہ وہ نیچے رکھیں اپنی نگاہیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

اسی آیت کے ضمن میں ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ شریعتِ اسلامیہ فقط گناہوں سے نہیں روکتی اور ان کے ارتکاب پر فقط سزا نہیں دیتی بلکہ ان تمام وسائل اور ذرائع پر پابندی عائد کرتی ہے اور انہیں ممنوع قرار دیتی ہے جو انسان کو گناہوں کی طرف لے جاتے ہیں تاکہ جب گناہوں کی طرف لے جانے والا راستہ ہی بند ہوگا تو گناہوں کا ارتکاب آسان نہیں ہوتا طبیعت میں ہیجان پیدا کرنے والے جذبات شہوت کو مشتعل کرنے والے اسباب سے نہ روکنا اور ان کو کھلی چھٹی دے دینا پھر یہ توقع رکھنا کہ ہم اپنے قانون کی قوت سے لوگوں کو برائی سے بچالیں گے تو یہ بڑی نادانی اور ابلہی ہے۔

اگر کوئی نظام ان عوامل اور محرکات کا قلع قمع نہیں کرتا جو انسان کو بدکاری کی طرف دھکیل کر لے جاتے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ اس برائی کو برائی نہیں سمجھتا اور نہ اس سے لوگوں کو بچانے کی مخلصانہ کوشش کرتا ہے اس کی زبان پر جو کچھ ہے وہ اس کے دل کی صدا نہیں بلکہ محض ریاکاری اور ملمع سازی ہے۔ ؎

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ　　بازمی گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

کسی کو بہتے ہوئے دریا میں دھکا دے کر گرادینا اور پھر اس کو یہ کہنا کہ خبردار اپنے دامن کو پانی کی موجوں سے گیلا نہ ہونے دینا بہت بڑی زیادتی ہے۔

اسی طرح اگلی آیت میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

قل للمومنت یغضضن من ابصارھن و یحفظن فروجھن ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا و لیضربن بخمرھن علی جیوبھن ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن الخ (النور)

آپ حکم دیجئے ایماندار عورتوں کو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی عصمتوں کی حفاظت کیا کریں اور اپنی آرائش کو ظاہر نہ کیا کریں مگر اس سے جتنا خود بخود نمایاں ہو اور اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنے شوہروں کے علاوہ (کسی غیر مرد کے سامنے) اپنی آرائش کو ظاہر نہ ہونے دیں۔

اس آیتِ کریمہ میں بھی وہی حکم عورتوں کو دیا جا رہا ہے جو پہلے مردوں کو دیا گیا کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنے عصمتوں کی حفاظت کیا کریں۔

بدکاری کا سب سے خطرناک راستہ نظر بازی ہے اسلئے سب سے پہلے اس کو بند کیا جا رہا ہے مومنین اور مومنات کو حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں جب نظر کسی غیر محرم کی طرف نہیں اُٹھے گی تو دِل میں اُس کی طرف کشش پیدا نہ ہوگی تو بد فعلی کا ارتکاب ہی بعید از قیاس ہوگا۔ اس کے بعد فرمایا کہ ایماندار عورتوں کو چاہئے کہ وہ اپنی آرائش زیب و زینت ظاہر نہ کریں کیونکہ یہ زمانہ جاہلیت کی عورتوں کا وطیرہ ہے لیکن آج ہمارا یہ معاشرہ زمانہ جاہلیت کی یاد تازہ کر رہا ہے ہماری تقریبات ورسومات میں آجکل جو فحاشی وعریانی ہے ایسا لگتا ہے کہ یہاں اسلام نام کی کوئی چیز نہیں خاص طور پر جب ہماری شادی کی تقریبات ہوتی ہیں تو نام نہاد مسلمان عورتیں زرق برق بھڑکیلے لباس پہن کر خراماں خراماں مٹکتی ہوئی اجنبی مردوں کے پاس آتی جاتی ہیں تو وہ فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سن لیں،

عن میمونة ابنة سعد و کانت خادمة رسول اللّٰہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قالت قال رسول اللّٰہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مثل الرافلة فی الزنیة فی غیر اھلھا کمثل ظلمة یوم القیامة لا نور لھا (جامع ترمذی، ج ۱ ص ۲۲)

میمونہ بنت سعد سے روایت ہے کہ جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خادمہ تھیں وہ کہتی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ عورت جو آراستہ وپیراستہ ہو کر نامحرموں میں اترا اترا کر چلتی ہے قیامت کے دِن وہ مجسم تاریکی ہوگی جہاں نور کی کرن تک نہ ہوگی۔

دوسری جگہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا،

رب کاسیات عاریات (مشکوٰۃ)

بہت ساری عورتیں کپڑے پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی۔

یہ فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آج کے اس معاشرے پر صحیح طور پر صادق آرہا ہے۔ دخترانِ اسلام کپڑے پہننے کے باوجود ننگی نظر آتی ہیں کیونکہ لباس ہی ایسا پہنتی ہیں جس سے ان کے جسم کی ساخت واضح طور پر نظر آتی ہے۔

تفسیر کشاف میں ہے کہ زمانہ جاہلیت کی عرب عورتیں ایسے قمیص اور کُرتے پہنا کرتی تھیں جن کے گریبان کھلے ہوا کرتے تھے جن میں سے ان کی گردنیں اور سینہ نمایاں ہو جاتا تھا اور وہ کپڑا جو دوپٹے کے طور پر استعمال کرتی تھیں وہ کاندھوں پر اس طرح ڈالا جاتا تھا کہ اس سے کان، سینہ اور گردن سب کے سب کھلے رہتے تھے، تب یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی کہ اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنے آرائش کو ظاہر نہ ہونے دیں سوائے اپنے شوہروں کے۔ یہاں ایک بات عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ کہ عورتیں جو بغیر پردہ کئے اپنی زینت و آرائش کو غیر مردوں کے سامنے پیش کرتی ہیں تو گویا انہیں اپنے شوہروں سے محبت نہیں اگر محبت ہوتی تو قرآن کے فرمان کے مطابق اپنی آرائش کو فقط اپنے شوہروں کے سامنے ظاہر کرتیں۔

علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورت کو حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی حاجت کیلئے اپنے گھروں سے نکلیں تو اپنے سروں کے اوپر سے اپنے چہرے کو جلباب سے ڈھانپ لیں اور صرف ایک آنکھ کھلی رکھیں۔ (جلبات المراۃ المسلمۃ)

تو ثابت ہوا کہ چہرے کا بھی پردہ ہے کیونکہ سارے فتنے اسی چہرے کی وجہ سے پھیلتے ہیں جس کو آج کی عورت کھلا رکھتی ہے۔

اُمّ المؤمنین اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں اور میمونہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں کہ (نابینا صحابی) حضرت عبداللہ ابن مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آ گئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے پردہ کرو ہم نے عرض کی وہ تو نابینا ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تُو تو نابینا نہیں کیا تم اسے نہیں دیکھ رہی ہو۔ (سنن ابن داؤد، جلد سوم، کتاب اللباس)

ایک اور مقام پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا...... المرأة عورة کہ عورت پردے کا نام ہے۔ (ترمذی)

پردے سے محروم ہو کر عورت سب کچھ ہو سکتی ہے مگر عورت نہیں ہو سکتی۔ عورت کو اسلام نے کتنا بلند و بالا مقام و مرتبہ عطا فرمایا کہ سورۃ النساء ان کے احکامات کے بارے میں نازل ہوئی اسی طرح اسلام سے قبل جو ظلم و ستم عورت پر ڈھائے جاتے تھے اسلام نے ان کو روکا اور عورت کو ماں، بہن اور بیٹی کا درجہ عطا کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حیاتِ ظاہری کے آخری ایام میں عورتوں کے حقوق کی پاسداری کی تعلیم دی۔ ارقائکم ارقائکم نسائکم نسائکم لوگو! اپنے غلاموں کا خیال رکھو لوگو! اپنی عورتوں کا خیال رکھنا...... اسلام نے عورت کی ہر حیثیت کو وہ مرتبہ و مقام عطا کیا جس سے بڑھ کر کسی مرتبے اور عزت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

مسلم خواتین کیلئے لمحۂ فکریہ ہے کہ وہ پوری عملی جرأت قوت اور فکری حریت سے مغرب کی سازشوں کا مقابلہ کریں اور دشمنانِ اسلام کی اس روش کو سمجھیں کہ دشمن نے مارکیٹ میں فروخت ہونے والی ہر بڑی اور چھوٹی چیز کی بہتر فروخت کا ذریعہ عورت کو بنا دیا ہے مغرب اپنے لئے جو روش چاہے اختیار کرے مگر ہماری معاشرتی روایات و اقدار پر شب خون نہ مارے۔ ہماری بقاء اپنی اقدار کی قدر کرنے میں ہے وہ معاشرہ جہاں اقدار کی بے قدری ہونے لگے وہ انسانی معاشرہ نہیں رہتا۔ آج دشمن کو ہماری طرف سے دینی تعلیمی اداروں کی پریشانی ہے جو انہیں ایٹمی قوت سے بھی زیادہ پریشان کئے ہوئے ہے اور عورت کی عزت و احترام اور شرم و حیا کا کلچر جو اسلام نے عطا کیا اس سے بھی پریشان ہے۔ لہٰذا ان دونوں محاذوں پر آئے روز بڑی تیزی سے حملے جاری ہیں۔ آغا خان بورڈ کا قیام تعلیمی نصاب میں جدید دَور کے تقاضوں کے پیشِ نظر جنسی تعلیم کا بندوبست، مخلوط تعلیمی اداروں کا بکثرت قیام اور ان اداروں میں اختلاط مرد و زن کے بے دھڑک مظاہرے تعلیمی نظام میں اسی ضرورت کے مظاہرے ہیں دوسری طرف بلا گلہ پسند لوگوں کی طبیعت سے فائدہ اُٹھا کر بسنت میلوں کے بعد ایک نئی کاوش میراتھن ریس کو

متعارف کروایا جا رہا ہے پھر تعجب کی بات یہ ہے کہ اس بے حیائی کے عمل کو عوام کی خوشحالی اور ترقی کا راستہ کہا جا رہا ہے۔ حیرت ہوتی ہے انسان اقتدار کی ہوس میں کیسے کیسے کڑوے گھونٹ آبِ حیات سمجھ کر پی جاتا ہے؟ ہمارے کئی وفاقی وزراء اور جرنیلی دور کے دانشور ایسے لوگوں کو ترقی کی راہ میں حائل سمجھتے ہیں جو اپنی بہنوں، بیٹیوں اور بیویوں کو نیکر پہنا کر سڑکوں پر دوڑنے سے منع کرنے کا ارتکارب کرتے ہیں۔ ان کے ہاں لاہور، راولپنڈی، اسلام آباد، کراچی، گوجرانوالہ، فیصل آباد اور پشاور کی خواتین کو بے پردہ سڑکوں پر مردوں کے ساتھ دوڑنے سے رُکاوٹ کا اقدام عورت کے حقوق پر ڈاکہ ہے اس پر ظلم اور زیادتی ہے۔

لیکن ان جہلاء سے کوئی پوچھے کہ تم عورتوں کی تعلیم و تربیت پر توجہ دیتے، ان کے معاشی مسائل میں ان کی مدد کرتے، جو آئے روز جسم فروشی اور خودکشی کا ارتکاب کرتی ہیں۔ جس ملک میں عورت کے خلاف جرائم پر مبنی تشدد میں ۹۰ فیصد اضافہ ہو چکا ہے۔ جہاں پر چوبیس گھنٹوں میں کم از کم ۱۰ اغوا ہو رہے ہوں، غیرت کے نام پر قتل جہاں عام ہو۔ ہیومن رائٹس کی ریسرچ ۱۰۶ صفحے پر مشتمل حالیہ رپورٹ کے مطابق اس ملک کی محافظ پولیس کے زیرِ حراست ۷۰ فیصد خواتین جسمانی تشدد کا شکار ہوتی ہیں۔ جہاں ۶۸ فیصد عورتیں خطِ غربت سے نیچے، ۲۹ فیصد درمیانی اور ۳ فیصد خواتین مراعات یافتہ ہیں۔ ہمارے جاگیرداری نظام میں آج بھی عورت کا قرآن کے ساتھ نکاح ہوتا ہے یہ سارے حقائق ایک طرف رکھ کر ترقی کی شاہراہوں پر ۴۹۰ قبل مسیح ایک جرمن شہری کی بے بسی میں دوڑ کی یاد منانے کیلئے ہونے والی میراتھن ریس کا گورکھ دھندا کس انقلاب کا حصہ ہے؟ بسنت میلے، ویلنٹائن ڈے اور میراتھن دوڑوں میں حکومتی سرپرستی روشن خیالی ایجنڈے پر عمل درآمد کی نہایت مجرمانہ کوششیں ہیں آج اگر ہم قومی ملی سطح پر خود کو زندہ رکھنا چاہتے ہیں تو اپنی اقدار کی بقاء کی جدوجہد کرنا ہوگی۔ اس جدوجہد میں سب سے مؤثر کردار مسلم عورت ہی ادا کر سکتی ہے عورت اپنے معاشرے کی Trend Setter ہوتی ہے اس کی گرفت زندگی کے ظاہری رجحانات پر نہیں بلکہ افراد و معاشرہ کے سوچ اور رویوں اور جذبات اور احساسات تک ہے۔ لہٰذا آج کی مسلم عورت اپنی قوت ایمان و کردار سے ان دجالی فتنوں کو ٹھوکر مار کر تبدیلی کا محرک بن جائے۔

اقبال نے کتنے حسین و دلنواز میں دخترانِ اسلام کو عریانی اور بے پردگی سے باز آنے کی تلقین کی ہے۔

اگر پندے ز درویشے پذیری — ہزار اُمت بمیرد تو نہ میری
بتولے باش و پنہاں شو ازیں عصر — کہ در آغوش شبیرے بگیری

کہ اے مسلم عورت اگر ایک درویش کی نصیحت کو قبول کرے تو ہزار اُمتیں فنا ہو سکتی ہیں لیکن تو ہمیشہ زندہ رہے گی حضرت فاطمۃ الزہرہ بتول (رضی اللہ تعالی عنہا) جنت کا شیوہ اختیار کر اور زمانے کی نگاہوں سے چھپ جا، تاکہ تیری آغوش میں شبیر (حسین رضی اللہ تعالی عنہ) جیسا فرزند پرورش پا سکے۔

عدم جمہوریت

اس دُنیا میں مسلمانوں کے کچھ ایسے ممالک ہیں جو عدمِ جمہوریت کا شکار ہیں وہاں پر کوئی مشورہ نہیں کیا جاتا۔ایک موروثی نظام ہے کہ باپ کے بعد بیٹا یا بھائی تخت پر متمکن ہو جاتا ہے اسلام نے جو ہمیں تصور جمہوریت عطا کیا ہے اس سے ہم عاری ہیں۔

جب حضرت ابوبکر صدِّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے تو اپنے پہلے خطبے میں ارشاد فرمایا،

ایها الناس فاني قد وليت عليكم ولست بخيركم فان احسنت فاعينوني

و ان است فقوموني و اطيعوني ما اطعت الله و رسوله

فاذا عصيت الله و رسوله فلا طاعة لي عليكم (کنز العمال، البدایہ والنہایہ)

اے لوگو! مجھے تم پر حکمران مقرر کر دیا گیا ہے حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں پس اگر میں اچھائی کی راہ پر چلوں تو میری مدد کرنا اور اگر برائی کی راہ پر چلوں تو مجھے پکڑ کر سیدھا کر دینا تم میری اس وقت تک اطاعت کرتے رہنا جب تک میں اللہ کی اور اس کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی اِطاعت کرتا رہوں اگر اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا نافرمان ہو جاؤں تو تم پر میرے فرمان کی اطاعت قطعاً واجب نہیں۔

لیکن آج کے اس دَورِ پُرفتن میں جھوٹے ریفرنڈم کرا کے مخلوقِ الٰہی پر ڈنڈے کے زور پر حکومت کی جاتی ہے اور کہا یہ جاتا ہے کہ ہم عوام کو حقیقی جمہوریت دے رہے ہیں۔ جو حکمران اس طرح مخلوقِ الٰہی پر حکومت کریں سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے متعلق یہ فرمایا،

من دعا الي امارة نفسه او لغيره من غير مشورة من المسلمين فلا يحل لكم ان لا تقتلوه (کنز العمال)

جو حکمران مسلمانوں کی مشاورت کے بغیر اپنی یا کسی اور کی آمریت کی دعوت دے تو تم پر آرام سے بیٹھے رہنے اس وقت تک حرام ہے جب تک تم اس کا خاتمہ نہ کر دو۔

خلفاءِ راشدین کے فرمودات کو سامنے رکھ کر فیصلہ کرنے میں کوئی دُشواری نہیں رہتی کہ جب رِیاست میں حکومت غلطی کرے تو چونکہ وہ باقاعدہ طاقت اور قوت کے بل بوتے پر ہوتی ہے تو اس کے خاتمے کیلئے عوام کی طرف سے بھی منظم اور مضبوط آواز بلند ہونی چاہیئے تاکہ حکومت کو اپنی غلطی کا نہ صرف احساس ہو بلکہ اپنی اِصلاح و احوال پر طوعاً و کرہاً آمادہ ہو سکے۔

ہمارے ممالک میں جمہوریت مضبوط و مستحکم اسلیے نہیں ہو سکی کہ ہم کسی برسرِ اقتدار پارٹی کو اپنی آئینی مدت پوری نہیں کرنے دیتے اب ہمارے ملک پاکستان میں حالت تو یہ ہے کہ سیاستدانوں اور فوج کے درمیان رسہ کشی جاری ہے ان دونوں گروہوں کو فقط اقتدار عزیز ہے عوام کی فلاح و بہبود اور نفاذ اسلام سے کوئی سروکار نہیں۔ لہٰذا ملت اسلامیہ کے زوال کے اس سبب کا بہترین حل یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر صدقِ دل سے عمل پیرا ہوں:۔

الذین ان مکنھم فی الارض اقامو الصلوٰۃ و اتوا الزکوٰۃ

امروا بالمعروف و نھوا عن المنکر و للّٰہ عاقبۃ الامور (الحج)

وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ صحیح صحیح نماز ادا کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں

اور (لوگوں کو) نیکی کا حکم دیتے ہیں اور انہیں برائی سے منع کرتے ہیں سارے کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ کیلیے ہے۔

صاحب تفسیر ضیاء القرآن حضور ضیاء الامت مذکورہ بالا آیت کی تشریح کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ وہ کون لوگ ہیں جن کے تحفظ کا ذمہ خود قدرت لے رہی ہے اور جن کو اپنی نصرت کے مژدہ سے خود سند کیا جا رہا ہے؟ یہاں انہیں لوگوں کا تعارف کرایا جا رہا ہے کہ ان کی حکومت اور ان کا کردار منفرد نوعیت کا ہے۔ جب یہ مسندِ حکومت پر بیٹھتے ہیں تو اپنے ربّ کی یاد سے غافل نہیں ہوتے جب ملک کے خزانوں کی کنجیاں ان کے ہاتھوں میں ہوتی ہیں تو ان خزانوں کو اپنی ذاتی آرام و آسائش اور عیش و عشرت میں خرچ نہیں کرتے۔ ان کے اقتدار کے جھنڈے کے نیچے بدکاری اور فسق و فجور پروان نہیں چڑھتا بلکہ زمام حکومت ہاتھ لینے کے باوجود ان کا سر نیاز اپنے پروردگار کے حضور انتہائی عجز و تذلل سے جھکا رہا ہے۔ ان کی دولت غریبوں اور مسکینوں کی ضروریات کی کفیل ہوتی ہے جہاں ان کے مبارک قدم پہنچتے ہیں وہاں نیکی اور تقویٰ کے چمنستان لہلہانے لگتے ہیں۔ غور فرمایئے اسلامی حکومت کی برکات کا کتنا واضح اور حسین بیان ہے۔ اسلامی رہنماؤں کی کیسی جامع فہرست ہے اور ان کیلیے کتنا جامع دستور العمل ہے۔ ایسے جامع واضح اور برکت سے لبریز دستور العمل کی موجودگی میں اگر ہمارے سربراہ ہوں تو کسی نئے دستور کی تلاش ہو تو یہ ان کی اپنی سمجھ کا قصور ہے قرآن نازل کرنے والے نے بتانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ آج اگر دنیا میں کہیں جمہوریت ہے تو وہ یورپین ممالک ہیں ان میں وہ مثالیں پائی جاتی ہیں جو ہمیں خلفائے راشدین کے دَور کی ملتی ہیں۔

مثلاً چند سال پہلے ناروے کے وزیر اعظم نے جب اپنی ساری پراپرٹی کے کاغذات عدالت میں جمع کروائے تو اس کا ایک مکان جو اس نے کرائے پر دے رکھا تھا وہ اس لسٹ میں بھول گیا تو اس بات پر اپوزیشن نے مقدمہ دائر کر دیا اور وزیر اعظم کو صرف اس بات پر معزول کر دیا گیا کہ اس نے یہ مکان لسٹ میں کیوں نہیں لکھوایا تھا اور اس کے بعد حکومت اپوزیشن کو مل گئی۔

یہ وہ مثالیں ہیں جو خلفاءِ راشدین کے دور میں پائی جاتی تھیں۔ لہٰذا آج اُمتِ مسلمہ اگر زوال سے عروج چاہتی ہے تو اسلامی حکمرانوں کو چاہئے کہ وہ اسلام کی عطا کردہ جمہوریت اپنے ممالک میں رائج کریں۔

یہود و نصاریٰ کی سازشیں

اُمتِ مسلمہ کے زوال کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ یہ اُمت یہود و نصاریٰ کی سازشوں میں مبتلا ہے یہ دونوں گروہ ہمیشہ سے گروہِ انبیاء کے مخالف رہے ہیں انبیاء علیہم السلام پر الزامات لگانا، لوگوں کے اجتماعات میں جا کر ان کے خلاف تقریر کرنا، انہیں ساحر، جادوگر کہنا یہود و نصاریٰ کا وطیرہ ہے۔

یہود و نصاریٰ ان لوگوں کے بھی مخالف ہیں جن لوگوں کا ربط گروہِ انبیاء سے ہے اگر یہود و نصاریٰ کی آپس کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ان کی آپس کی تاریخ خون ریزیوں سے بھری پڑی ہے انہوں نے سوچا کہ یہ اُمت اگر میدانِ کارزار میں کود پڑے تو دنیا کے نقشے پر کوئی باطل وطاغوتی قوت نہیں رہتی تو ان لوگوں نے اتحاد و اتفاق کر کے اُمتِ مسلمہ کے خلاف سازشوں کا جال بچھانا شروع کردیا۔ ابتدائے اسلام میں انہی طبقوں نے حضور پرنور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شہید کرنے کی ناپاک کوششیں کیں۔ مگر اللہ کا فرمان تھا کہ اے حبیب **والله يعصمك من الناس** اس کے بعد صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اَدوار میں بھی ان کی سازشیں جاری رہیں۔ اُمتِ مسلمہ میں فرقہ واریت کو ہوا دینے اور مسلمانوں کو آپس میں لڑوانے کی ذِمہ داری یہود و نصاریٰ نے اُٹھا رکھی ہے۔

اسی طرح 30 ستمبر 2005ء کو جیلنڈ پوسٹن (Jyllend Posten) جو کہ ڈنمارک کا ایک محدود تعداد میں چھپنے والا اخبار ہے جان ہنسن اس اخبار کا ایڈیٹر ہے اپنے اخبار کو معمولی شہرت کیلئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات پر نازیبا کارٹون چھاپے جن کی تعداد 12 تھی۔ اخبار ڈینش زبان میں چھپتا ہے اس لئے ڈنمارک میں رہائش پذیر بہت سے مسلمان اس کو نہیں پڑھتے لیکن جن چند مسلمانوں نے انہیں دیکھا تو آپس میں میٹنگ کی وہاں متحرک مسلمانوں کی ایک تنظیم نے فیصلہ کیا کہ ان نازیبا قلمی خاکوں کی اشاعت پر ایک پرامن احتجاج کرنا چاہئے تاکہ اخبار کے ایڈیٹر کو یہ احساس ہو کہ اس عمل سے مسلمانوں کی دِل آزاری ہوئی ہے لہٰذا وہ معافی مانگے۔ 14 اکتوبر 2005ء کو کوپن ہیگن میں ایک انتہائی منظم اور پرامن ریلی منعقد کی گئی جس میں تقریباً چار ہزار افراد نے شرکت کی لیکن اخبار کے ایڈیٹر نے صاف انکار کردیا کہ کوئی معافی نہیں مانگی جائے گی یہ ہماری پریس کی آزادی کا معاملہ ہے۔ رہی بات دِل آزاری کی، تو ہوا کرے۔

اس کے بعد اسلامی ممالک کے 11 سفیروں نے مشترکہ درخواست بھیجی کہ ہم ڈینش وزیراعظم سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں کہ اس کی توجہ اس خطرناک حرکت کی طرف مبذول کرائی جائے عام لوگوں سے ملنے والے اس وزیراعظم نے مسلمان سفیروں سے ملنے سے صاف انکار کر دیا، اب نومبر کے مہینہ میں 57 مسلم ممالک نے مکہ معظمہ سے ایک مشترکہ بیان میں سخت الفاظ میں اس نازیبا حرکت کی مذمت کی۔

مسلمانوں کی مزید دل آزاری اور ہتک آمیز رویہ رکھتے ہوئے فرانس، اسپین، ناروے اور جرمنی کے اخبارات نے ڈنمارک کے ساتھ یکجہتی کا اظہار کرتے ہوئے دوبارہ کارٹونوں کی اشاعت کی۔ تین ماہ بعد ڈینش وزیراعظم کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اس نے ڈنمارک میں مقیم تمام سفیروں کو طلب کر کے اپنا نقطۂ نظر بیان کیا لیکن مسلم سفیروں نے کہا کہ معاملہ اب حکومتی ذرائع سے دُور نکل گیا ہے اور عوام میں جا چکا ہے۔

اگر واقعات کی یہ ترتیب دیکھ لی جائے تو مسلمانوں نے اپنا ردِّعمل انتہائی شائستہ اور مہذب انداز میں اور سفارتی اخلاقیات کو ملحوظ رکھتے ہوئے کیا اور مسئلے کا منصفانہ اور باعزت حل چاہا جبکہ مسلم حکمرانوں کی طرف سے کسی ردِّعمل کا اظہار نہیں ہوا، تو بالآخر یہ معاملہ ٹھنڈا ہو گیا۔ جنوری 2006ء کے اوائل میں ناروے، فرانس، اسپین اور جرمنی کے اخبارات نے بھی ڈنمارک کی حمایت میں قلمی خاکے شائع کر کے گویا ملتِ اسلامیہ کو چیلنج دے دیا کہ کیا کر سکتے ہو؟

23 جنوری 2006ء کو صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف صاحب ناروے کے تین روزہ دورے پر اوسلو پہنچے تو وہاں انہوں نے 26 جنوری تک ان کے وزیروں اور بادشاہوں سے ملاقاتیں کیں، ناروے کی ٹیلی کام کمپنی ٹیلی نار کی راؤنڈ ٹیبل میٹنگ میں کاروباری کمپنیوں سے ملاقات، ناروے کی پارلیمنٹ کے صدر سے ملاقات، دونوں ملکوں کے درمیان تعلیم اور غربت کے شعبوں میں تعاون کیلئے سمجھوتے طے پائے لیکن ناروے کے اخبارات میں شائع ہونے والے مضحکہ خیز خاکوں پر کوئی احتجاج نہیں کیا گیا۔ لیکن ملتِ اسلامیہ نے عالمی سطح پر احتجاج کر کے ثابت کر دیا۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کیلئے نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاک کاشغر

اس سے پہلے بدنام زمانہ جیل گوانتانا موبے میں قرآن کی بے حرمتی ہوئی اس کو جوتوں تلے روندا گیا، ٹائیلٹ میں بہایا گیا لیکن مسلم حکمران ٹس سے مس نہیں ہوئے، اب ان کی سازشیں یہاں تک پہنچ چکی ہیں کہ پچھلے دنوں عیسائیوں کے مذہبی پیشوا پاپ بنی ڈکٹ نے جرمنی میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اسلام تلوار کے زور پر پھیلا ہے اخلاق کے زور پر نہیں پھیلا۔ اسے پتا نہیں کہ اسلام نے سب سے پہلے تلوار کب اُٹھائی؟ اسلام نے سب سے پہلے تلوار غزوۂ بدر میں اُٹھائی ہے اس وقت 313 مسلمان مرد جو میدانِ جہاد میں شریک تھے اور ان کی ازواج مسلمان ہو چکی تھیں یہ سب تلوار کے زور پر نہیں ہوا بلکہ یہ اخلاقِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نتیجہ ہے کہ لوگ پتھروں کی بارش کرتے تھے اللہ کا حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محوِ دعا ہے کہ مولا تو ان کو ہلاک مت کرنا یہ مجھے نہیں جانتے ان کی اگلی نسلیں سنور جائیں گی۔

جب ایک مرتبہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گستاخی کی تو صحابۂ کرام علیہم الرضوان لرز اُٹھے کہ اس بدبخت کو قتل کر دیا جائے مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمادیا کہ نہیں، لوگ کہیں گے **محمد** (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اپنے ساتھیوں کو قتل کر رہے ہیں۔ اگر اسلام تلوار کے زور پر پھیلا ہوتا تو تمام لوگوں کو ابن ابی کی منافقت معلوم تھی اس کے باوجود اس کو کچھ نہیں کہا بلکہ اپنے اخلاق کے ذریعے ان لوگوں کو اسلام میں داخل کیا جو ابن ابی کے ساتھ تھے ان لوگوں نے جب یہ دیکھا کہ ابن ابی کی ساری زندگی محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مخالفت میں گزری ہے مگر اس کے باوجود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات نے کوئی بدلہ نہ لیا تو وہ اخلاقِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیکھ کر ایمان لے آئے۔

اسی طرح جب شاہِ ایران ہرمز (جس نے بہت سارے مسلمانوں کو شہید کیا ہوا تھا) جب گرِفتار ہو کر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں پہنچا تو قتل کا مصمم اِرادہ ہے لیکن وہ یہ کہتا ہے کہ مجھے پانی پینے تک امان دی جائے تو فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امان دے دی اور پانی کا پیالہ پیش کر دیا اس نے پانی نہیں پیا بلکہ گرا دیا اور پیالہ بھی توڑ دیا۔ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم تجھے اس وقت تک قتل نہیں کریں گے جب تک تو پانی نہیں پیئے گا کیونکہ تو نے ہم سے امان طلب کی ہے جب اس نے فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس عہد کی پاسداری دیکھی تو کچھ لمحے کیلئے فکر میں مبتلا ہو گیا کہنے لگا فاروقِ اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تمہارے اخلاق سے متاثر ہو کر اسلام لے آتا ہوں۔

اسی طرح جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدانِ جنگ میں لڑ رہے تھے تو آپ کے مقابل عرب کا بہت بڑا جنگجو تھا آپ نے اس کو نیچے گرایا جب تلوار چلانے لگے تو اس نے آپ پر تھوک دیا جب اس نے تھوکا تو آپ فوراً اس سے جدا ہو گئے اس کو کچھ نہیں کہا اس نے حیران ہو کر پوچھا اے علی! تو نے مجھے قتل کیوں نہیں کیا؟ حالانکہ تو مجھ پر مکمل طور پر غالب آچکا تھا اگر چاہتا تو قتل کر دیتا مگر کیوں چھوڑ دیا؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا تو نے اسلام کا فلسفہ سمجھا ہی نہیں اگر اسلام کو سمجھ لیتا تو تیری تلوار کبھی اسلامی کے خلاف نہ اُٹھتی۔ فرمایا، سن! جب میں گھر سے نکلا تو فقط اللہ کی رضا کیلئے لڑنے نکلا تھا جب تو نے مجھ پر تھوکا تو میرا نفس آگ بگولہ ہو گیا کہ اس نے مجھ پر تھوک دیا ہے تو جب نفس کی رضا شامل ہوئی تو میں نے تجھے قتل کرنا گوارا نہ کیا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ تیرا قتل اللہ کی رضا کیلئے نہ ہوتا بلکہ میرے نفس کی خواہش پر ہوتا اس لئے کہ میں اللہ کی رضا میں اپنے نفس کی رضا شامل نہیں کرنا چاہتا جب اس جنگجو نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ تقریر سنی تو دل کی دُنیا بدل گئی اور مسلمان ہو گیا۔

جب 1099 میں عیسائیوں کے 13 لاکھ لشکر جرار نے مسلمانوں سے بیت المقدس چھینا اور جس درندگی کا مظاہرہ کیا اس کی ایک جھلک قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں۔ صلیبی (عیسائی) فوجوں نے معرۃ النعمان میں جس درندگی کا مظاہرہ کیا اس کے متعلق معین الدین ندوی نے ابن اثیر اور تاریخ یورپ کے حوالے سے لکھا ہے کہ...... صلیبی فوجیں معرۃ النعمان کو فتح کر کے تین دن تک قتل عام کرتی رہیں اور ایک لاکھ سے زائد مسلمان قتل اور اتنے ہی زندہ گرفتار کیے۔ (تاریخ اسلام)

اس طرح انطاکیہ کو فتح کرتے وقت بھی صلیبی فوجوں نے اس درندگی کا مظاہرہ کیا انہوں نے پوری مسلمان آبادی کو تہ تیغ کر دیا اور ان کے مکانات مسمار کر دیے گئے۔ (تاریخ اسلام)

بیت المقدس کی فتح میں صلیبیوں نے اندھے تعصب کا ثبوت دیا جس کی مثال گزشتہ تاریخ میں نہیں ملتی عربوں کو زبردستی اونچے برجوں اور بلند مکانوں سے گرا دیتے تھے، آگ میں زندہ جلا دیتے تھے، گھروں سے نکال کر میدانوں میں جانوروں کی طرح گھسیٹتے اور مسلمانوں کی لاشوں پر لے جا کر مسلمانوں کو قتل کرتے تھے۔ کئی ہفتوں تک قتل عام کرتے رہے انہوں نے ستّر ہزار سے زائد مسلمان تہ تیغ کیے۔ بہت سے یہودیوں نے مذبح میں پناہ لی تو صلیبیوں نے مع مذبح ان کو آگ لگا کر جلا دیا ایک ہی رسی میں کئی کئی آدمی لٹکا دیتے بالآخر بوہمیڈ نے تمام مسلمانوں کو جمع کیا اور اپنے سامنے بلا بلا کر بلا امتیاز بوڑھوں، مردوں، عورتوں، بچوں اور معذوروں کو قتل کر دیا گیا۔

بیت المقدس کو اس سے پہلے حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی فتح کیا تھا اور عیسائیوں کی اس سفاکی کے نوّے سال کے بعد سلطان صلاح الدین ایوبی نے بھی فتح کیا لیکن دونوں مواقع پر مسلمانوں کی رحم دلی، انسانی ہمدردی، امن پسندی، عفوو درگزر اور عالی ظرفی کا ثبوت دیا اس کا عیسائیوں کی تاریخ میں تلاش کرنا عبث ہے۔

اسی طرح جب تیرہویں صدی عیسوی میں چنگیز خان نے بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور چن چن کر مسلمانوں کو تہ تیغ کیا تو اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اب مسلمان بالکل ختم ہو گئے ہیں لیکن چنگیز خان کے پوتے برکا خان نے حضرت شیخ شمس الدین باخوری کے ہاتھ پر اسلام قبول کر کے آپ کے غلاموں میں شامل ہو گیا اب وہی تاتاری جن کی تلواریں اسلام کے خلاف اٹھتی تھیں اب اسلام کے دشمنوں کے خلاف اُٹھ گئیں۔ کیا انہوں نے تلواروں کے سائے میں اسلام قبول کیا؟ نہیں۔

خصوصاً پچھلے دوسو سالوں میں اہل مغرب نے جو کچھ کیا اگر ان کا ناقدانہ اور منصفانہ تجزیہ کیا جائے تو حقیقت سامنے آجائے گی معروف عرب قلم کار مصطفی محمد الطحان نے انیسویں اور بیسویں صدی میں عالم اسلام پر صلیبی عسکری حملوں کی جو روداد پیش کی ہے وہ قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں اس سے ان کی وحشت ناکیاں بخوبی سمجھی جاسکتی ہیں:۔

☆ 1789ء میں ہندوستان کے مغربی جزائر ہالینڈ کے تسلط میں آگئے۔

☆ 1820ء میں عمان اور قطر کی امارتیں برطانوی تحفظ کے زیرنگیں ہوگئیں۔

☆ 1830ء میں فرانس نے الجزائر کی آزادی سلب کرلی۔

☆ 1834ء میں قوقاز کو روس کی آمرانہ حکومت نے ہڑپ کرلیا۔

☆ 1839ء میں برطانیہ عدن پر قابض ہوگیا۔

☆ 1842ء میں برطانیہ سندھ کی مسلم امارتوں پر اپنا تسلط قائم کرتا ہے۔

☆ 1849ء میں برطانیہ ہندوستان کے مغربی شمالی علاقوں میں قبائل کی اراضی پر قبضہ کرتا ہے۔

☆ 1853ء میں روس تاشقند پر قابض ہوجاتا ہے۔

☆ 1856ء میں برطانیہ ہندوستان میں اودھ کی ریاست پر اپنا تسلط قائم کرتا ہے۔

☆ 1857ء میں برطانیہ مغلوں کی حکومت کا خاتمہ کرتا ہے۔

☆ 1866ء میں سمرقند و بخارا کی سرزمین پر روس اپنا تسلط قائم کرتا ہے۔

☆ 1873ء میں ازبکستان پر روس قابض ہوجاتا ہے۔

☆ 1875ء میں خوکند کے علاقے روس ہضم کرجاتا ہے۔

☆ 1878ء میں قبرص پر برطانیہ اپنا قبضہ کرلیتا ہے۔

☆ 1879ء میں برطانوی ظلم کے خلاف افغانستان کی دوسری جنگ ہوتی ہے۔

☆ 1881ء میں فرانس تیونس پر حملہ آور ہوتا ہے۔

☆ 1882ء میں برطانیہ مصر پر قبضہ کرتا ہے۔

☆ 1885ء میں اٹلی نے اریٹیریا پر حملہ کردیا۔

☆ 1890ء میں فرانس نے سینگال پر یورش کردی۔

☆ 1891ء میں مسقط اور عمان برطانوی تحفظ میں کر دیئے گئے۔

☆ 1895ء میں روس پامیر کو اپنے اندر ضم کر لیتا ہے۔

☆ 1898ء میں برطانیہ سوڈان پر حملہ کرتا ہے۔

☆ 1899ء میں بلوچستان کے مسلم علاقوں کو برطانوی ہندوستان میں شامل کر لیا جاتا ہے۔

☆ 1900ء میں فرانس چاڈ پر حملہ کر بیٹھتا ہے۔

☆ 1906ء میں نائیجیریا کی اسلامی سلطنتیں برطانیہ کی چراگاہ بن جاتی ہے۔

☆ 1912ء میں اٹلی لیبیا پر حملہ کرتا ہے۔

☆ 1912ء ہی میں فرانس اور ہسپانیہ مراکش پر حملہ آور ہو جاتے ہیں۔

☆ 1914ء میں پہلی جنگ عظیم چھڑ گئی اور ترکی پر حملہ کر دیا گیا۔

☆ 1914ء ہی میں کویت برطانوی تسلط میں چلا گیا۔

☆ 1919ء میں یونان ترکی اراضی پر قابض ہو گیا۔

☆ 1919ء ہی میں ترکی میں شامل اٹلی کے حصوں پر اٹلی نے اپنا تسلط قائم کر لیا۔

☆ 1919ء میں ہی فرانس عثمانی سلطنت پر قابض ہو گیا۔

☆ 1919ء میں ہی تیسری افغان جنگ لڑی گئی۔

☆ 1920ء میں عراق برطانوی تسلط میں چلا گیا۔

☆ 1920ء میں شام اور لبنان فرانسیسی حکومت میں کر دیئے گئے۔

☆ 1926ء میں اٹلی صومالیہ کے ایک حصے پر قبضہ کر لیتا ہے۔

☆ 1941ء میں ایران روسی و برطانوی مشترک مقبوضات میں چلا جاتا ہے۔

☆ 1948ء میں فلسطینی قوم کی پیٹھ میں خنجر گھونپ کر اسرائیل کی ناجائز ریاست قائم کر دی جاتی ہے۔

☆ 1956ء میں نہر سویز کے مسئلہ پر برطانیہ اور فرانس مصر پر دھاوا بول دیتے ہیں۔

☆ 1979ء میں افغانستان میں اپنی فوجیں اُتار دیتا ہے۔ (فی التدریب التربوی)

یہ عہد تمدن میں ممتدن قوموں کی اسلام مخالف یورشوں اور غاصبانہ قبضوں کی ایک مختصر جھلک ہے اس کے بعد 1992ء کی جنگ خلیج کی وحشتیں اور پھر افغانستان اور عراق پر یکے بعد دیگرے مہذب حملوں کی خون چکاں داستان الگ ہے اہل مغرب کی ان ساری شرافتوں کے باوجود نہ جانے کیوں آج بھی ظلم و وحشت کی سوئی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اُٹھتی رہتی ہے مخالفین اسلام کی بات تو چھوڑیے مسلم اہل علم، دانشوران اور طلبہ کی نظروں سے یہ دو سو سالہ تاریخ بربریت او جھل رہی ہے۔ اتنی بڑی مظلومیت کے باوجود مغرب نے انہیں احساس ظالمیت میں مبتلا کر دیا ہے یہی وجہ ہے کہ ان کی ساری ذہنی توانائی اسلام اور مسلم حکمرانوں کے دفاع میں صَرف ہوتی ہے۔ آج ضرورت ہے کہ مسلم اہل علم، طلباء، لیڈران اور قائدین سب سے پہلے احساس ظالمیت سے باہر آئیں اور دُنیا کے سامنے اپنی مظلومیت کو واضح کریں اور اہل مغرب کے ظالمانہ رویوں کو بھی دُنیا کے سامنے ظاہر کریں۔ یہ بہت بڑا فریضہ ہے جب تک ہم دنیا کے سامنے اپنی مظلومیت پیش نہیں کر دیتے عوامی سطح پر کبھی بھی نرمی اور رواداری کے مستحق نہیں ہو سکتے۔

یہ انسانیت کے ساتھ کتنا بڑا مزاح اور تاریخ کے ساتھ کتنا بڑا ظلم ہے کہ ان تاریخی شواہد کے باوجود جن کو اپنے پرائے سب تسلیم کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے اکابرین کو ڈاکو، لٹیرے، انسانیت کے دشمن، امن و امان کے ویری، دہشت گرد، انتہا پسند اور غیر مہذب ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور جن لوگوں کے ہاتھ لاکھوں بے گناہ انسانوں کے خون سے رنگین ہیں جن کی سفاکی کو بیت المقدس کی پاک سرزمین کا تقدس بھی نہیں روک سکا وہ رحم دل، انسانیت کے غم خوار اور امن کے ٹھیکیدار تصوّر کیے جاتے ہیں۔

ڈاکٹر عبداللہ خان فرماتے ہیں کہ کفّار کے ذہنوں میں یہ غلط فہمی جڑ پکڑ چکی ہے دُنیا بھر میں اسلام کے اتنے پیروکار صرف تلوار کے زور پر مسلمان ہوئے مندرجہ ذیل نکات ان کی یہ غلط فہمی دور کر دیں گے:۔

☆ اسلام کا مادہ، جڑ سلام ہے جس کے معنیٰ ہیں امن، اس لفظ کے یہ بھی معنی ہیں کہ اپنی خواہش کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا۔

☆ ہر معاشرے کا ہر فرد امن کا متمنی نہیں ہوتا ہر معاشرے میں ایسے لوگ ہوتے ہیں جو امن و امان کی فضا کو تباہ کرنے کے درپے ہوتے ہیں اور ایسا وہ اپنے مفاد کے حصول کیلئے کرتے ہیں اس لئے امن و امان قائم کرنے کیلئے طاقت کے استعمال کی ضرورت ہر معاشرے کو پیش آتی ہے۔ آپ کو پولیس فورس کی ضرورت کیوں پڑتی ہے؟ اس لئے کہ مجرموں اور سماج دشمن عناصر سے نمٹا جا سکے اسلام امن کو بڑھاوا دینے والا مذہب ہے مگر ساتھ ماننے والوں کو یہ ترغیب دیتا ہے کہ وہ ظلم و استبداد کے خلاف لڑیں بس اس کا ٹکراؤ ظلم و استبداد سے ہوتا ہے وہاں یہ طاقت استعمال کرتا ہے لہٰذا یہ نکتہ ذہن میں رہے کہ اسلام طاقت کا استعمال امن اور عدل و انصاف کو قائم کرنے کیلئے ہوتا ہے۔

☆ یہ غلط فہمی جو اسلام کے متعلق غیر مسلموں کے دلوں میں پائی جاتی ہے اس کا بہترین جواب نامور عیسائی مورخ Dilaci Dari نے اپنی کتاب Islam at the corss Roads کے صفحہ 8 پر دیا ہے کہ تاریخ اس معاملے کو بالکل صاف کردیتی ہے اور یہ ایک افسانہ ہی ہے کہ مسلمانوں نو یہ مذہب طاقت کے زور پر دُنیا بھر میں پھیلایا ہے ایسا نہیں ہے بلکہ یہ مفروضہ ہے جسے مؤرخین نے بار بار دہرایا ہے۔

☆ مسلمانوں نے اسپین پر 800 برس تک حکومت کی ہے مگر ان آٹھ صدیوں میں کوئی بھی ایسی مثال نہیں ملتی کہ جب انہوں نے اہل اسپین کو طاقت کے زور پر اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا ہو۔ بعد میں جب صلیبی عیسائی آئے تو انہوں نے مسلمانوں کو نکال باہر کیا۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ اسپین میں اذان دینے والا بھی کوئی نہیں بچا تھا۔

☆ آپ کو معلوم ہوگا کہ ہم مسلمان گزشتہ چودہ صدیوں سے بلاد عرب پر حکمران ہیں درمیان میں کچھ کچھ عرصہ کیلئے غیر ملکی قابض رہے مگر یہ عرصہ بڑا قلیل ہے کچھ عرصے کیلئے برطانوی قابض رہے اور کچھ عرصے کیلئے فرانسیسی۔ بہر حال مسلمانوں کی حکمرانی بلادعرب پر 1400 سوسال پر محیط ہے آج ان عرب ممالک میں 14 ملین یعنی ایک کروڑ چالیس لاکھ سے زائد ایسے عیسائی موجود ہیں جو نسلوں میں عیسائی ہیں اگر مسلمانوں نے تلوار استعمال کی ہوتی تو 1400 برسوں میں کسی ایک بھی عرب عیسائی کا وجود عرب ممالک میں نہ ہوتا۔

☆ مسلمانوں نے ہندوستان پر تقریباً ایک ہزار سال تک حکومت کی ان مسلمان حکمران نے لوگوں کو اسلام قبول کرنے پر کبھی مجبور نہیں کیا، اس کا ثبوت یہ ہے کہ آج ہندوستان کی 80 فیصد سے زائد آبادی غیر مسلموں پر مشتمل ہے۔ یہ 80 فیصد غیر مسلم آبادی شہادت دیتی ہے کہ اسلام تلوار کے زور پر نہیں پھیلا۔

☆ انڈونیشیا کی آبادی کے لحاظ سے دُنیا کا سب سے بڑا اسلامی ملک ہے ملائیشیا کی اکثریت مسلم آبادی پر مشتمل ہے کوئی پوچھ سکتا ہے وہ کون سی مسلم فوج تھی جو انڈونیشیا اور ملائیشیا گئی تھی؟ امریکہ کے مشرقی ساحل ممالک میں اسلام بہت تیزی سے پھیلا کوئی پھر پوچھ سکتا ہے کہ اسلام اگر تلوار سے پھیلا ہے تو وہ کون سی اسلامی فوج تھی جو مشرقی امریکہ کے ان ممالک میں گئی تھی؟

☆ مشہور مؤرخ تھامس کارلیلی اپنی کتاب Heroes and Hero was ship میں اسلام کے طاقت کے ذریعے پھیلنے والی اس غلط فہمی کا جواب کچھ یوں دیتا ہے کوئی بھی نئی رائے آغاز میں اقلیتی رائے ہوتی ہے سب سے پہلے یہ ایک شخص کے دفاع میں اُبھرتی ہے ساری دنیا میں ایک ہی شخص ہوتا ہے جو دنیا بھر کے برخلاف اس عقیدے پر ایمان رکھتا ہے اگر وہ تلوار اٹھا لیتا اور اپنے عقیدے نظریئے یا رائے کو دوسروں پر مسلط کرنے کی کوشش کرتا تو کون ذی ہوش و عقل یہ تسلیم کرے گا کہ اسے اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہوگی تم اپنی تلوار تھامے رہو مگر مجموعی طور پر کوئی بھی عقیدہ اسی طرح پھیلے گا جس طرح پھیل سکتا ہے۔

☆ امریکہ و یورپ میں سب سے زیادہ پھیلنے والا مذہب اسلام ہے تو وہ کون سی تلوار ہے جو لوگوں کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کر رہی ہے؟

شمالی امریکہ میں مسلمانوں کی آبادی یہودیوں سے بڑھ گئی ہے۔ 14 اپریل 1997 کی CNN کی رپورٹ کے مطابق امریکہ میں مساجد کی تعداد 1200 سے زائد ہے ان میں سے 80 فیصد گزشتہ بارہ برسوں میں قائم ہوئیں۔ موجودہ دور کا یہ پہلا پوپ ہے جس نے براہ راست اسلام پر حملہ کر کے خود کو صدر بش کی اسلام مخالف جنگ میں منتھی کر لیا ہے بینی ڈکٹ کا یہ بیان سوچا سمجھا اقدام تھا اور یہ بات نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کو غالب کر کے ہی رہے گا۔ تاریخ گواہ ہے کہ دشمنانِ اسلام کی مذموم حرکتیں اسلام کے پیغام کو عام کرنے کا سبب بنی ہیں۔ شیطانی رشدی نے اسلام کے خلاف زہر اُگلا تو لوگوں نے اسلام کو پڑھنا شروع کر دیا یوں شیطان رشدی کے اس عمل سے اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو پھیلانے کا کام لیا۔ نائن الیون کے بعد اسلام کو بدنام کرنے کی مہم چلی تو لوگوں نے اتنی بڑی تعداد میں اسلام پر کتابیں پڑھنا شروع کر دیں نائن الیون کے بعد کچھ عرصے میں ہزاروں کی تعداد میں امریکیوں نے اسلام قبول کیا۔ قرآن مجید باطل کی اپنی کوششوں پر کہتا ہے کہ یہ اپنی تدبیریں کرتے ہیں اور اللہ اپنی اور اللہ ہی بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔

اے مسلمان!

اب تو ہوش کے ناخن لے اب غفلت کی نیند سے بیدار ہو جا...... دشمنانِ اسلام نے تیرے سامنے قرآن کی بے حرمتی کی اور اس کو پاؤں کے نیچے روندا تُو خاموش رہا...... دشمن نے کلمہ طیبہ کی بے حرمتی کی اسے جوتوں پر اور شراب کی بوتلوں کے ڈھکنوں پر لکھا تُو خاموش رہا...... انہوں نے تجھے دہشت گرد اور انتہا پسند کہا اور تُو خاموش رہا...... اس نے تیرے نبی محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قلمی خاکے شائع کیے تُو خاموش رہا...... اب اسلام کے خلاف سازشیں ہو رہی ہیں ایک طرف دشمنانِ اسلام ہیں کہ وہ اسلام پر تلے ہوئے ہیں اور ایک طرف تو ہے کہ عجیب دیوانگی میں مبتلا ہے کہ ان کی طرف سے ہر آنے والی نئی گانے کی اور فلم کی کیسیٹ خریدتا ہے سوچ قیامت کے دن یا قبر میں کس منہ سے اپنے نبی سے ملے گا؟ اب آ جا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دامن سے وابستہ ہو جا اور عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لے...... کیونکہ

- ☆ عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم...... دین کا تقاضا ہے۔
- ☆ عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم...... صراطِ مستقیم ہے۔
- ☆ عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم...... ملتِ اسلامیہ کیلئے عزت کا نشان ہے۔
- ☆ عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم...... جسم و جان کا تقاضا ہے۔
- ☆ عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم...... مسلمان کی بقا کا تقاضا ہے۔
- ☆ عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم...... دُنیا میں اقتدار و اختیار عطا کرتا ہے۔
- ☆ عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم...... میدانِ جنگ میں فتح مندی عطا کرتا ہے۔
- ☆ عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم...... متاعِ زندگی ہے۔
- ☆ عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم...... حسنِ بندگی ہے۔
- ☆ عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم...... روزِ محشر عزت و وقار عطا کرتا ہے۔

ادھر یہودی ہیں کہ وہ بھی دن رات اسلام کے خلاف سازشیں کرنے میں لگے ہوئے ان کے حملے میڈیا کے ذریعے ہیں۔

چونکہ عالمی میڈیا پر یہودیوں کا تسلط اسی میڈیا کے بل بوتے پر پوری دنیا میں یہودی ذہنیت کا چرچا کیا جا رہا ہے اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ

ایک یہودی کمپنی نیوز ہاؤس (News House) کے پاس 48 روزنامے، 20 ہفت روزہ رسالے، 182 ریڈیو اسٹیشن، 140 کیبل ٹی وی، 735 پبلشنگ کے ادارے ہیں۔ یہ کمپنی روس نژاد یہودی سیموڈیل (آنجہانی 1979ء) نے قائم کی تھی اس کمپنی کی جانب سے 1980 میں 20 ملین ڈالر کے سرمائے سے CNN قائم کیا گیا آج اس وقت امریکہ میں CNN کے 27 اور بیرون ممالک کے اندر 18 مراکز ہیں۔ جہاں ان کے کارکنوں کی تعداد 1800 ہے اور دنیا کے 140 ممالک کے ایک کروڑ اسّی لاکھ سے زائد خاندانوں تک 24 گھنٹے CNN کی خبریں اور تبصرے پہنچتے رہتے ہیں۔ امریکہ کے مجموعی طور پر 1759ء اخبارات میں پہلا نیویارک ٹائمز (New York Times) ہے۔ 1896 میں اس اخبار کو ایک یہودی ایڈولف اوکس نے اسے خریدا تھا...... دوسرا عالمی سطح کا اخبار وال اسٹریٹ جرنل (Wall Street General) ہے اس کا مالک یہودی ہے...... تیسرا عالمی سطح کا اخبار واشنگٹن پوسٹ (Washington Post) ہے...... ایسے جتنے کثیر الاشاعت مجلات ہیں ان تمام کے مالکان وکارکنان یہودی ہیں۔ اسی طرح مسلمانوں کے قدرتی معدنی وسائل پر قبضہ کرنے کیلئے CNN اور BCC کے ذریعے سے مسلمانوں کے خلاف میڈیا وار کی صورت میں نفسیاتی جنگ کا آغاز کر کے جنگ کو طوالت بخشی گئی جو آج تک افغانستان، عراق میں جاری ہے یہود و نصاریٰ نے میڈیا وار کے ذریعے مغرب کے عوام میں یہ شعور اُجاگر کرنے کی کوشش کی ہے کہ اسلام جنونی، دہشت گرد اور امن کا قاتل مذہب ہے۔ یہ میڈیا وار ہی کا نتیجہ ہے کہ اسلام کو دہشت گرد مذہب کہا جانے لگا ہے۔

آج مسلم دنیا سے یہ توقع کرنا شاید عبث ہوگا کہ وہ راتوں رات BCC اور CNN یا نیوز ویک کے معیار کے ادارے قائم کر سکے اس لئے کہ ہم میڈیا کے شعبے میں اس نام نہاد ترقی یافتہ دنیا سے کوسوں دور ہیں لیکن اس وقت عالم اسلام کیلئے ناگزیر ہے کہ وہ ہر زبان کے ذریعے اسلام اور مسلمانوں کا موقف پیش کر کے دنیا کے سامنے امریکی و یہودی لابی کا مکروہ چہرہ بے نقاب کرے موجودہ دور میں میڈیا ایک ایسا ہتھیار ہے جو فتح و شکست، ذہن سازی، اقدام سازی اور قیادت سازی کے امور سرانجام دے رہا ہے اگر عالم اسلام مغربی میڈیا کے پروپیگنڈے کا موثر جواب دے کر آئندہ ہونے والی سازشوں کو پہلے سے بے نقاب کرنا چاہتا ہے اور علمی، فکری، اخلاقی اور سائنسی سطح پر عالم اسلام کے نوجوانوں کی تربیت کا خواہاں ہے تو اسے اتحاد و اتفاق اور اُخوت کا مظاہرہ کر کے الگ ورلڈ اسلامک کوٹ آف جسٹس، ورلڈ اسلام کامن ویلتھ اور ورلڈ اسلامک میڈیا جیسے ادارے قائم کر کے اپنے فیصلے خود کرنے ہوں گے اور ذلت و رسوائی سے نکل کر عروج و تمکنت حاصل کرنا ہوگا...... یہی وقت کا تقاضا ہے۔

خلاصۂ کلام

مذکورہ ساری بحث سے یہ بات واضح ہوچکی ہے اُمتِ مسلمہ کا زوال اس کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے اب بھی وقت ہے کہ اگر ہم اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر عمل پیرا ہوں تو وہ ذات ہمیں آج بھی غالب فرما سکتی ہے۔

ولا تنھوا ولا تحزنوا و انتم الا علون ان کنتم مومنون (آل عمران)

اور نہ ہمت ہارو اور نہ غم کرو اور تم ہی سربلند ہوگے اگر تم سچے مومن ہو۔

تو اللہ ربّ العزت نے غلبے اور عروج پر متمکن ہونے کی جو شرط رکھی ہے وہ ایمان ہے اور ایمان فقط حضور تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عشق، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مشن سے محبت کا نام ہے۔ اگر آج ہم اس پر عمل پیرا ہوجائیں تو عروج اور غلبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردیا جائے گا اور وہ کتاب جس کو ہم نے الماریوں کی زینت بنادیا ہے اس کو فقط ایصالِ ثواب تک محدود کردیا ہے اس کے بتائے ہوئے راستے پر عمل کرنا ہوگا۔ کیونکہ یہ وہ کتاب ہے جو دینی اور دُنیاوی منافع کو شامل ہے اگر اس میں دنیاوی زندگی میں راہنمائی کے اصول وقانون موجود ہیں تو اُخروی زندگی میں نجات اور سرخروئی کا سامان بھی موجود ہے۔ اگر اس میں سیاسی وسماجی اور معاشرتی ومعاشی معاملات کا تذکرہ ہے تو روحانی اور جسمانی بالیدگی کا علاج بھی موجود ہے۔ غرضیکہ یہ انسانی زندگی کے ہر شعبہ کیلئے ایسے اصول وقوانین دیتی ہے جو ہر لحاظ سے دیگر قواعد وضوابط سے بہتر، یا زیادہ مفید اور بہت ہی نفع بخش ہیں اس لئے بلا جھجک اس سے انسان اپنی انفرادی، اجتماعی، سیاسی، معاشی، تمدنی، اخلاقی، روحانی اور جسمانی ہر قسم کی رہنمائی حاصل کرسکتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ کتاب ہدایت کا نور ہے جس سے روشنی حاصل کرو تاکہ کسی وسوسہ اندازی سے تمہارا یقین مضمحل نہ ہوجائے۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ قرآن کریم وہ راستہ دکھاتا ہے جو تمام راستوں سے سیدھا ہے تو جو آدمی قرآن کریم کے اس دعویٰ کو صدق سے قبول کرتا ہے اور اس پر پوری دیانتداری سے عمل کرتا ہے تو یہ اسے ایسا مژدہ جانفزاء سناتا ہے کہ اس کا کوئی عمل رائیگاں نہیں جائے گا اور اس کی محنت بے ثمر نہیں ہوگی بلکہ اس کی جدوجہد کا عظیم صلہ دیا جائے گا جس کی لذتوں سے وہ دونوں جہانوں میں شادکام ہوگا اور جو اس امن وبرکت والی کتاب سے روگردانی کرتا ہے وہ دونوں جہانوں میں خائب وخاسر رہتا ہے اور ابدی عذاب کا مستحق ہوتا ہے اسلئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا،

القرآن حجۃ لك او علیك (بخاری) کہ قرآن تمہارے حق میں یا تمہارے خلاف دلیل ہے۔

سو جو لوگ قرآن پر عمل کرتے ہیں قرآن ان کے حق میں گواہ ہوگا اور جو لوگ اس کی تعلیمات کو پس پشت ڈالتے ہیں قرآن ان کے خلاف گواہی دے گا۔

ڈاکٹر اقبال نے کہا تھا کہ

درسِ قرآن نہ اگر ہم نے بھلایا ہوتا یہ زمانہ نہ زمانے نے دکھایا ہوتا

یہ قرآن سے دُوری کا نتیجہ ہی تو ہے کہ آج مسلمانوں سے پوری دنیا میں امتیازی سلوک کیا جا رہا ہے...... دین اسلام کی دھجیاں اُڑائی جا رہی ہیں ...... کبھی حدود آرڈیننس پر مذاکرے کروا کے اُمت کو فتنہ فساد کے منہ میں دھکیلا جا رہا ہے...... کبھی آئین پاکستان سے قادیانیوں والی شق کو نکالا جا رہا ہے...... کبھی پاسپورٹ سے مذہب کے خانے کا اخراج کیا جا رہا ہے...... مساجد پر بم برسائے جا رہے ہیں...... علماء کو شہید کیا جا رہا ہے...... یہ سب کچھ کیا ہے؟ قرآن و سنت سے دُوری کا ہی نتیجہ ہے!

دعا ہے کہ وہ ذات اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے اس اُمت کو عروج و غلبہ عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم